32

جنوری
۲۰۲۴ء

ماہنامہ

ارمغان
ولی اللہ

ARMUGHAN, PHULAT, پھلت ضلع مظفر نگر
MUZAFFAR NAGAR-251201, (U.P.)
www.armughan.net

₹25/-

ماہنامہ
ارمغان
ولی اللہ

جلد ۳۲ شمارہ ۱ جنوری ۲۰۲۴ء مطابق جمادی الثانی ۱۴۴۵ھ

سر پرست :
حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی

مدیر
وصی سلیمان ندوی

مجلس مشاورت
☆ مولانا محمد طاہر ندوی
☆ مولانا محمد اقبال قاسمی
☆ مفتی محمد ہارون مظاہری

پتہ
دفتر ارمغان
پُھلت ضلع مظفر نگر
Phulat, Distt. Muzaffar Nagar
251201 (U.P.) INDIA
Mob : +91-9528157838
9548893624 , 9412411876
e-mail : arm313@gmail.com
armuganphulat@yahoo.com
Website: www.armughan.net

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں
ہر قسم کی چارہ جوئی کیلئے مظفرنگر کی عدالت سے رجوع کیا جائے

چیف رپورٹر : محمد ادریس قریشی
مشیر قانونی : امجد علی ایڈوکیٹ
موبائل : 9897354040

سرکولیشن انچارج: محمّد حنیف قاسمی
سرکولیشن منیجر : عبدالقدیر انصاری
مشیر اعزازی: ایوب بھائی بارڈولی والے

زر تعاون
❖ فی شمارہ 25روپے ❖ سالانہ 300روپے ❖ سالانہ رجسٹرڈ ڈاک سے 500روپے
❖ اعزازی تعاون 1000روپے ❖ بیرونی ممالک سے 30امریکی ڈالر ❖ لائف ممبرشپ 8000روپے (برائے ۲۰سال)

پرنٹر پبلشر محمد ادریس قریشی نے ڈیلکس پریس راج مارکیٹ مظفرنگر سے چھپوا کر جمعیت شاہ ولی اللہ کیلئے پھلت ضلع مظفرنگر سے شائع کیا
(مدیر: وصی سلیمان ندوی)

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرس

☆	(اداریہ)	وصی سلیمان ندوی	۳
☆	مدارس کے انتظام کے سلسلہ میں چند تجربات	مولانا محمد کلیم صدیقی	۵
☆	دینی وتہذیبی شناخت کی حفاظت	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۱۱
☆	غزل	جناب ڈاکٹر جمیل مانوی	۱۴
☆	امام الہند حضرت شاہ عبدالعزیزؒ	حضرت مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی	۱۵
☆	کالج ویونیورسٹی کے مسلم اساتذہ کی ذمہ داریاں	پروفیسر محسن عثمانی ندوی	۲۰
☆	جھوٹ معاشرہ کو تباہ کرتا ہے	مولانا خورشید عالم داؤد قاسمی	۲۴
☆	قومی تعلیمی پالیسی، ایک تجزیاتی مطالعہ	مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی	۲۸
☆	مسجد میں غیر مسلموں کا داخلہ	امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ	۳۱
☆	جنگ پسند ٹولہ	مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی	۳۵
☆	خبروں کی دنیا	محمد سعد ادریس قریشی قاسمی	۳۷
☆	فقہی مسائل	مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی	۳۸
☆	کتاب نما	وصی سلیمان ندوی	۳۹
☆	آخری صفحہ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۴۰

اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت **جنوری** سے ختم ہورہی ہے، رسالہ کو مسلسل جاری رکھنے کے لئے دفتر کو اطلاع دیں یا فوراً رقم ارسال فرمائیں۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے

انسانی تاریخ پر نظر ڈالئے تو احساس ہوتا ہے کہ قوموں کے تعلیم یافتہ اور باشعور ہونے میں ہی ان کی ترقی کا راز پوشیدہ رہا ہے، دنیا پر اُن ہی قوموں نے فرمانرائی کی ہے جن کی تہذیب اعلیٰ تھی اور وہ تعلیم کی مرہونِ منت تھی۔ آج سے صدیوں پہلے جن قوموں نے ترقی کی اور دنیا کی رہنمائی و امامت کا فریضہ انجام دیا، ان کی کامیابی و سرخروئی میں تعلیم سے محبت کا راز پوشیدہ تھا اور یہی ان کی کامیابی کی کنجی تھی، آج کے دور میں دنیا کے اندر آپ کے کردار کے تعیّن اور آپ کے مقام کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے تعلیم کی اہمیت وضرورت پہلے سے کئی گنا بڑھ چکی ہے، دنیا میں جتنی بھی ترقی یافتہ ریاستیں ہیں وہاں تعلیم کا تناسب سو فیصد ہے اور یہی ان کی کامیابی و ترقی کا راز ہے۔

تعلیم ہر انسان چاہے وہ امیر ہو یا غریب، مرد ہو یا عورت ہر ایک کی بنیادی ضرورت ہے یہ انسان کا حق ہے جو اس سے کوئی نہیں چھین سکتا، اگر دیکھا جائے تو انسان اور حیوان میں فرق تعلیم ہی کی بدولت ہے، تعلیم کسی بھی قوم یا معاشرے کے لئے ترقی کی ضامن ہے، تعلیم قوموں کی ترقی اور زوال کی وجہ بنتی ہے، دنیا میں ہر چیز اگر دیکھا جائے تو وہ بانٹنے سے گھٹتی ہے، مگر تعلیم ایسی دولت ہے جو بانٹنے سے گھٹتی نہیں بلکہ اور بڑھ جاتی ہے، خود انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ تعلیم کی وجہ سے دیا گیا ہے، تعلیم حاصل کرنا دوسرے مذاہب میں صرف جائز ہے، لیکن اسلام میں تعلیم حاصل کرنا فرض کیا گیا ہے، آج کے اس پر آشوب اور تیز رفتار دور میں تعلیم کی ضرورت پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔

قرآن میں متعدد مقامات پر اہل ایمان کو علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس میں دینی علوم بھی شامل ہیں اور سائنسی علوم بھی۔ بلکہ ان آیات کی تلاوت کی جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ آج ہم جن چیزوں کو سائنس و ٹکنالوجی کا علم کہتے ہیں، اس کے حصول پر خاص طور سے توجہ دلائی گئی ہے۔ جگہ جگہ فرمایا گیا ہے: تم اپنی صلاحیتوں کو کام میں کیوں نہیں لاتے؟ تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے؟ تم قرآنی آیات پر غور کیوں نہیں کرتے؟ تمہارے اندر شعور کیوں نہیں ہے؟ تم سمجھ کر کیوں نہیں پڑھتے؟ میری نشانی پر غور کیوں نہیں کرتے؟ گویا کہ قرآن مجید میں لفظ علم مختلف اشتقاقی صورتوں میں ۷۷۸ مرتبہ وارد ہوا ہے۔ ان سے یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں کہ قرآن مجید کی رو سے علم کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے

زمانہ قدیم سے دور حاضر تک ہر متمدن و مہذب معاشرہ علم کی اہمیت سے واقف ہے، اسلام دین فطرت ہے، اور علم فطرت کی پکار ہے، اس لئے اسلام نے علم حاصل کرنے کی نہ صرف حوصلہ افزائی کی، بلکہ اسے ضروری قرار دیا ہے۔ اس ہمت

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

افزائی کے ابتدائی آثار ہمیں اسلام کے ابتدائی دور میں ملتے ہیں چنانچہ غزوۂ بدر کے قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیہ کی رقم مقرر کی گئی تھی، ان سے فدیہ لیا گیا، ان میں سے جو نادار تھے وہ بلا معاوضہ ہی چھوڑ دیئے گئے، لیکن جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے انہیں حکم ہوا کہ دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو چھوڑ دیئے جائیں گے۔ چنانچہ سیدنا زید بن ثابتؓ نے جو کاتب وحی تھے اسی طرح لکھنا پڑھنا سیکھا تھا اس سے ہم اندازہ لگا سکتے ہے کہ تعلیم کی کیا اہمیت ہے اور ان کا حصول کتنا ضروری ہے۔

آج کا دور کمپیوٹر اور ایٹمی ترقی کا دور ہے، سائنس اور صنعتی انقلاب کا دور ہے، اس لئے عصری اسکولوں میں بنیادی عصری تعلیم ،ٹیکنیکل تعلیم ،انجینئرنگ، وکالت، ڈاکٹری اور مختلف جدید علوم حاصل کرنا آج کے دور کا لازمی تقاضہ ہے، اور یہ ہماری آج کی ضرورت ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ہمارے نونہالوں کی بنیادی دینی تعلیم بھی ضروری ہے، اس تعلیم کی وجہ سے زندگی میں خدا پرستی، عبادت، محبت، خلوص، ایثار، خدمت خلق، وفاداری اور ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، دینی تعلیم کی وجہ سے صالح اور نیک معاشرہ کی تشکیل ہوتی ہے، لیکن عصری تعلیم کے حاملین میں عام طور پر دینی تعلیم کی جانب سے بے توجہی عام ہے، موجودہ دور میں دینی تعلیم سے نا آشنائی اتنی بڑھ چکی ہے کہ بہت سارے لوگ وضو اور غسل کے فرائض سے بھی ناواقف ہیں جو ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارے لیے ضروری ہے، اس محرومی کی سب سے بڑی اور اہم وجہ یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں والدین کی تربیت کا ڈھنگ بدل چکا ہے اب وہ اپنے بچوں کو پہلے انگریزی زبان اور مغربی تہذیب وتمدن سے آشنا کروانا پسند کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ بچپن ہی سے دینی تعلیم سے محروم ہونے کے سبب اسلام اور اس کی تعلیمات سے بہت دور ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ حرام وحلال کی تمیز بھی نہیں کر پاتے، جس کے ذمہ دار خود ان کے والدین ہیں، اگر والدین بچپن ہی میں دینی تعلیم سکھائیں ،نماز پڑھنے کے آداب بتائیں، قرآن کریم پڑھنے کا صحیح طریقہ بتائیں، حرام وحلال کی تمیز سکھائیں، تو بلاشبہ ان کے بچے آگے چل کر نیک سیرت ضرور ہوں گے، اور اپنے دین پر پوری طرح مطمئن ہوں گے۔

ہمارے ملک کے آج کے عصری تعلیمی اداروں کے ذریعہ، مسلمان طلباء میں لادینیت کا رجحان تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے، اب تعلیمی اداروں میں ہیلووین، ویلینٹائن ڈے، ایسٹر اور کرسمس جیسے تہوار منائے جاتے ہیں، غیر اسلامی قوموں کے تہواروں میں اسکول انتظامیہ کی جانب سے مسلم طلباء شریک کئے جاتے ہیں، اس طرح خوبصورت نعروں اور ناموں کے ساتھ وہ شوگر کوٹڈ گولیاں کھلائی جارہی ہیں، جن کا ہدف ہماری نئی نسل اور ہمارے اعلیٰ تعلیمی ادارے ہیں، اور ہماری پوری نسل ان کے حلقہ گرداب میں گرفتار ہو رہی ہے۔

ان حالات کے سدّ باب کے لئے، لادینیت کے اس سیلاب کا مقابلہ کرنے کے لئے، اور اپنی دینی تہذیبی خصوصیات کی حفاظت کے لئے، ہمارے بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کا انتظام کرنا وقت کی سب سے بڑی ضرورت اور اس وقت کا سب سے بڑا جہاد ہے، حکومت کی نئی تعلیمی پالیسی کی روشنی میں ہماری پوری قوم کو، خاص طور پر ہمارے قائدین کو سنجیدگی کے ساتھ حکمت عملی بنانے، اور موجودہ حالات کے مقابلہ کے لئے کوئی بہتر لائحہ تیار کرنے کی ضرورت ہے۔

وصی سلیمان ندوی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مدارس کے انتظام واہتمام کے سلسلہ میں کچھ تجربات

مولانا محمد کلیم صدیقی

اس حقیر پر میرے رحیم و کریم رب کے بے نہایت احسانات ہیں، جن پر چکبست کا یہ شعر بالکل صادق آتا ہے:

لکھا ہے داورِ محشر نے میری فردِ عصیاں پر
یہ وہ بندہ ہے جس پر ناز کرتا ہے کرم میرا

ایک بڑا احسان یہ ہے کہ اس علم و عمل سے کورے، ساری دنیا سے ناکارہ انسان کو میرے کریم رب نے اہل علم اور خدام دین کے قدموں میں جگہ دی، خصوصاً ملک کے مشہور اکابرین اور اولیاء اللہ کے قدموں میں بیٹھنا نصیب فرمایا، خاص طور پر شیخ العرب والعجم میرے حضرت والا، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہٗ کی نعلین سے وابستگی عطا فرمائی اور حضرت والا کی جوتیوں کے صدقہ میں نوعمری ہی سے دینی اداروں کے قیام اور خدمت کی توفیق سے نوازا، ۱۹۷۸ء سے پھلت کے تاریخی ادارہ کی خدمت سے شروع ہونے والا مدارس کے قیام وانتظام کا یہ سفر الحمدللہ اب 40 چالیس سال سے متجاوز ہو چکا ہے، اس زندگی کے بڑے حصہ میں نااہلی اور علم و عمل سے محرومی کے باوجود میرے رب نے میرے حضرت والا کے قدموں کی خاک کے صدقے میں کیسے کیسے ویران علاقوں میں ادارے قائم کرائے ان میں سے بہت سے ادارے اپنے اپنے علاقے کے مرکزی ادارے سمجھے جاتے ہیں اور کتنے بند ادارے چالو کرائے ان میں سے اکثر بالکل بنجر علاقوں میں ہیں، جہاں اسلامی شکل و شباہت کے ساتھ جانے والوں کو اجنبی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا، میرے کریم رب نے ان مدارس اور اہل علم کی جوتیاں سیدھی کرنے کے صدقے میں دعوت کے منصبی فریضہ سے بھی متعارف کروایا، کہتے ہیں کہ آدمی گاتے گاتے گویّا بن جاتا ہے اور مسافر کو سفر کرتے کرتے سفر کے بہت سے تجربات سے گزرنا اور سیکھنا نصیب ہوتا ہے، اور کام خود انسان کو کام کی راہ سکھا دیتا ہے، اس حقیر نے زندگی کے تجربات سے جو سیکھا ہے، اس کو دوستوں اور کام کرنے والوں تک پہنچانے کیلئے ایک شعر جمعیت امام ولی اللہ کے کلینڈر پر چھپوایا تھا، وہ شعر اس حقیر کی زندگی کے تجربات کا نچوڑ ہے:

منزلیں کسی کے گھر حاضری نہیں دیتیں
راستوں پہ چلنے سے راستے نکلتے ہیں

مدارس، مراکز اور مکاتب کے قیام کے انتظام وانصرام کے دوران جو مفید چیزیں سیکھنے اور سمجھنے کو ملیں، جی چاہتا تھا کہ ان تجربات میں سے کچھ خاص مفید باتیں اہل مدارس کی، خصوصا ان رفقائے مدارس کی خدمت میں پیش کی جائیں، جن کے مدارس اور مکاتب ابھی اپنے ابتدائی مراحل میں ہیں۔ ماہنامہ ارمغان کا عظمت مدارس نمبر جون ۲۰۱۵ء میں کچھ زمانہ قبل شائع کیا گیا تھا لوگوں کا تقاضا تھا کہ ان مضامین کا کتابی شکل میں دوسرا ایڈیشن شائع کیا جائے، موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ مختصر تجربات حاضر کرنے کے لئے قلم ہاتھ میں لے کر کچھ کالی لکیریں ہدیہ خدام مدارس ہیں، جو اس حقیر کے 40 سالہ مدارس کی خادمانہ زندگی کا خلاصہ ہیں۔

ان میں سے پہلی بات تو یہ ہے کہ مدرسہ قائم کرنے والوں اور چلانے والوں کے لئے سب سے زیادہ تو اس بات کی اہمیت ہے جس کی نبی رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے اور سید المحدثین امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری کو جس

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بنیادی گر اور اصول سے شروع کیا ہے، یعنی انما الاعمال بالنیات، مدرسہ قائم کرنے والے اور چلانے والے کی نیت پورے مدرسہ کے نظام پر اثر انداز ہوتی ہے اور یہ نیت دو حیثیتوں سے کسی مدرسہ و اسکول بلکہ تحریک و تنظیم پر اثر انداز ہوتی ہے۔

اول حیثیت یہ ہے کہ اگر بانی، مہتمم و ناظم کی نیت ایمان و احتساب کی ہوگی، یعنی وہ ادارہ صرف اور صرف اللہ کی رضا اور آخرت میں صدقہ جاریہ کی نیت کو خالص کر کے، کہ اس ادارہ اور تحریک سے جو لوگ بھی فیضیاب ہوں گے، اور وہ تعلیم و تعلم اور دعوت و اصلاح کا جو کام کریں گے، اور ان کاموں سے جو لوگ بھی قیامت تک فیض پائیں گے، وہ میری آخرت کے اکاؤنٹ میں میرے مرنے کے بعد صدقہ جاریہ بنتے رہیں گے، اگر اس سلسلہ میں ادارہ کے بانی اور ذمہ دار کی نیت خالص ہوگی تو ادارہ اور تحریک سے فیض یاب ہونے والوں میں قدرتی طور پر صلاح، اخلاص اور ادارہ اور ملت کے لئے خلوص و وفاداری اور تقویٰ کی کیفیت پیدا ہوگی، خواہ تربیت کے ظاہری نظام میں کچھ خامی اور کمی بیشی بھی رہ جائے، اور ادارہ میں پڑھنے پڑھانے والوں اور کارکنان یہاں تک کہ جاروب کش اور طباخ میں بھی دین داری اور احساس ذمہ داری، ادارہ کے ساتھ محبت، جذبہ خدمت، آخرت میں جواب دہی کی فکر اور اخلاص و تقویٰ کی کیفیت ضرور پیدا ہوگی۔ اور ادارہ کو قائم کرنے اور اس کے نظام کو چلانے میں جو دقتیں، مشکلات اور مجاہدے کرنے پڑیں گے ان میں تکلیف کے بجائے مزا آئے گا، اس لئے ذمہ داران مدارس، اور بانیان ادارہ کو اپنی تصحیح نیت کو ادارہ کو چلانے اور قائم کرنے کے لئے احسن ترین اولین سبب سمجھ کر اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔

اس لئے کسی ادارہ یا تنظیم کے ذمہ داروں سے درخواست یہ ہے کہ ادارہ کے قائم کرنے اور اس کے انتظام و انصرام میں اپنی نیت کی تصحیح کے اہتمام کو شاہ کلید سمجھیں، اگر خدانخواستہ ابتدا میں نیت درست نہیں رہ سکی، تو نیت کی اصلاح ہر وقت ہوسکتی ہے، ذمہ دار اور کارکنان کی نیت کی حیثیت دینی ادارہ اور تحریک کے لئے پیٹرول کی ہے، اگر وہ گندا ہوگا تو پورا نظام ہی گندہ ہو جائے گا

نیت کی اہمیت دوسری حیثیت سے یہ ہے کہ ادارہ کے بانی و ذمہ دار کی نیت پر ادارہ اور تحریک کی بقا اور ترقی کا انحصار بھی ہے، اگر کوئی ادارہ یا تنظیم قائم کرنے والا یہ نیت کرے کہ مجھے چھوٹا سا مکتب قائم کرنا ہے، تو اللہ تعالی اس سے مکتب کے قیام کا کام لیتے ہیں، اور اگر وہ یہ ارادہ کرے کہ ہمیں ایک بین الاقوامی ادارہ قائم کرنا ہے، اور اس کے تحت اس کی بہت سی شاخیں، مدارس اور مکاتب ہر شہر میں قائم کروں گا، جن سے علاقہ میں دعوت و اصلاح کا تجدیدی کام ہو تو اللہ تعالی اس دو ہاتھ اور دو پاؤں کے مٹی کے آدمی سے تاریخی کام بھی لے لیتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک مومن کے لئے بالکل ابتدائی مکتب کے قیام کا ذریعہ بن جانا ہزار سعادت ہے، مگر بقول اقبال:

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

ایک قرآنی مومن کا ہدف عالمی ہونا چاہئے، جب اللہ کے یہاں سے ہماری ہمت و عزم و ارادہ پر آفاقی فیصلہ ممکن ہے تو ہم اپنی زندگی، خصوصاً تگ و دَو اور اداروں اور تنظیموں کے قیام میں آفاق میں کیوں گم ہوں؟ ہمیں اللہ سے اپنے ادارہ کے لئے وسیع سے وسیع عالمینی عزائم اور اہداف کے ساتھ دعا کر کے منصوبے بنانے اور کوشش کرنی چاہئے، جتنی جدوجہد، کوشش، کڑھن اور دعاؤں سے ایک ابتدائی مکتب قائم ہوتا ہے، ہم تقریباً اتنی ہی کڑھن اور فکر و کوشش اور دعاؤں سے ایک مرکزی ادارہ اور اس کے تحت علاقہ میں مکاتب اور مدارس کی شاخوں کا انتظام کر سکتے ہیں، تو پھر کیا وجہ ہے کہ جس خوش قسمت انسان کو اللہ نے اپنی دینی خصوصاً قرآنی خدمت کے لئے منتخب کر لیا ہو جس کے مقام عظمت کے بارے میں نبی ﷺ نے کتنے بلند الفاظ فرمائے ہیں:

خیر کم من تعلم القرآن وعلمه

(تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے)

ایسا خادم قرآن اپنے ارادوں اور کوششوں کو، اور ادارہ کے اہداف کو

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ابتدائی مکتب، یا صرف اپنی بستی کے مدرسہ تک محدود رکھے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کے ادارہ، مدرسہ، اور تحریک و تنظیم کی وسعت و ترقی کا آپ کے ارادہ اور عزم و ہمت کے تناسب ولحاظ سے اللہ کے یہاں فیصلہ ہوتا ہے، تو پہلی بات تو یہ ہے کہ ادارہ کے بانی و ذمہ دار اپنی نیت کو ادارہ کے قیام وانتظام کے اہتمام میں سب سے زیادہ مؤثر اور مرکزی ذریعہ اور سبب خیال فرما کر اسے خالص بھی کریں اور وسیع بھی رکھیں۔

دوسری درخواست یہ ہے کہ ہمارے خالق و مالک نے جو رحمٰن ورحیم بھی ہے اور ہمارا رب اور پالن ہار بھی ہے، وہ ہماری ضرورتوں کا اتنا خیال فرمانے والے ہیں کہ ہمارے دنیا میں آنے سے پہلے ہماری ماؤں کی چھاتیوں میں دودھ بھیجنے والے ہیں، ہمارے لئے ہماری زندگی کے دستور کے طور پر، اور ہمارے اداروں کے لئے خصوصا ہمارے سارے مفادات میں زندگی کے تقاضوں اور دارین کی فلاح کے اصول کے طور پر جو نصاب عطا کیا ہے اور اپنی طرف سے منتخب کیا ہے، وہ قرآن مجید ہے۔اس کائنات میں کوئی پتہ بھی اللہ کی مرضی اور مشیت کے بغیر نہیں ہلتا، ہر قطرہ اور ذرہ کے وجود سے لے کر، ہر ترقی اور نشو نما اللہ کے کرم اور عنایت کا مرہون منت ہے، اگر ہم اپنے ادارہ اور تحریک کی نشو نما اور ترقی چاہتے ہیں تو وہ خالق کائنات، فعال لما یرید اور علی کل شئی قدیر ذات کی عنایت اور مشیت کے بغیر ممکن نہیں، اور وہ جب ہی ممکن ہے جب ہم اپنے اداروں اور مدرسوں میں اللہ کے اس منتخب نصاب قرآن کریم کو اولیت دیں۔

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جس ادارہ میں قرآن مجید اور قرآنی علوم کی تعلیم کو اولیت دی جاتی ہے، اس کی تعلیم کے لئے بہترین اور معیاری اساتذہ کا نظم، اور معیاری تعمیرات ہوتی ہیں، اور ہر طرح کی ترجیحات میں قرآن مجید اور قرآنی علوم کو اولیت ہوتی ہے، وہ ادارے حیرت ناک طور پر ترقی کرتے ہیں اور وہاں غیبی طور پر وسائل کی فراوانی بھی رب کریم کی طرف سے ہوتی ہے، اور ترقی کے دہانے کھول دیئے جاتے ہیں،

تیسری اہم ترین بات جو اس حقیر کے تجربہ میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ دنیاوی کاروبار اور انڈسٹریز کے چلانے کا اصول یہ ہے کہ مالک یا ذمہ دار آمدنی کو بڑھائے اور خرچ کو کم کرنے کی فکر کرے، تو کاروبار و کارخانہ اور انڈسٹری چلے گی، مگر دینی اداروں اور تحریکوں کے کاروبار کا معاملہ بالکل برعکس ہے، جن اداروں کے ذمہ دار اپنے مدارس اور دینی تنظیموں میں خرچ بڑھانے کی فکر کرتے ہیں ان کے ادارے اور تنظیمیں ترقی کرتے ہیں اور جن اداروں اور تنظیموں کے ذمہ دار آمدنی بڑھانے اور خرچ کو کم کرنے کی فکر کرتے ہیں ان کے ادارے ترقی نہیں کرتے، اخراجات سے مراد یہ ہے کہ روزمرہ کے اخراجات، زیادہ سے زیادہ طلباء کے داخلے، مطبخ اور اچھے اساتذہ پر خوب خرچ کیا جائے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ام المدارس دارالعلوم دیوبند کے اصول ہشت گانہ میں تیسرا اصول یہ لکھا ہے کہ منتظمین مدرسہ کو تکثیر چندہ کی ہر وقت فکر چاہیے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خرچ کو کم کرنا چاہیے اس حقیر کو اپنے تجربہ کے بنیاد پر یہ لگتا ہے کہ تکثیر سے مراد یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں سے تعاون لے کر ان کو اس مبارک کام میں شریک کرنا چاہیے نہ کہ زیادہ مال جمع کرنا چاہیے، اس میں یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ اگر آمدنی کم ہوگئی اور خرچ زیادہ تو پھر کہاں سے یہ خرچ پورا ہوگا؟ اس کا حل یہ ہے کہ دینی کام کرنے والوں کو دینی خدمت کے لیے اللہ کی طرف سے قرض دینے والے ہر جگہ مل جاتے ہیں، مدرسہ کے اکاؤنٹ میں بڑی رقم جمع کرنے کے بجائے کچھ قرض ہونا چاہیے اور یہ حقیقت ہے کہ دینی کاموں کے لیے لیا گیا قرض اللہ تعالی ضرور ادا کرادیتے ہیں، اور دینی تحریکوں کے خلاف اتنے جھوٹے پروپیگنڈہ کی بھرمار کے باوجود آپ نے کبھی جھوٹ بھی کسی اخبار میں یہ خبر نہیں پڑھی ہوگی، کہ فلاں مدرسہ کے مہتمم صاحب میرے پیسے لے کر مر گئے، مدرسہ میں مطبخ کا سامان گیا تھا، سیمنٹ لوہا گیا تھا اور مہتمم صاحب یا ناظم صاحب مر گئے اور کمیٹی والوں نے دینے سے منع کر دیا ہے، اللہ تعالی ادا کروا کر ہی اہل مدارس اور دینی خدمت کرنے والوں کو بلاتے ہیں، جب کہ ذاتی قرض لینے والے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بڑے بڑے کاروباری اور رئیس، لوگوں کی بڑی بڑی رقمیں قرض لے کر مر جاتے ہیں اور وہ رقم بھی مر جاتی ہے، اس حقیر کا یہ بھی تجربہ ہے کہ جس ادارہ کے اکاؤنٹ میں بڑی رقم جمع رہتی ہے، وہیں پر لوگوں کی نگاہیں ہوتی ہیں اور لوگ اس پر قبضہ کرنے کی فکر میں رہتے ہیں، اس کے لئے رجسٹریشن اور تحفظات کی فکر کرنی پڑتی ہے اور جس ادارہ پر قرض ہوتا ہے اس کا آسمانی رجسٹریشن رہتا ہے، اور کوئی اس ادارہ کے اہتمام وانتظام پر قبضہ کا تصور بھی نہیں کرتا۔

تیسری بات جو تجربہ میں آئی ہے، عام طور پر ادارہ کے ذمہ داروں کو شیطان یہ خیال کراتا ہے کہ علاقہ کے لوگوں سے چندہ یا کوئی تعاون لیا جائے گا تو یہ لوگ ادارہ کے انتظام میں بے وجہ کی مداخلت کریں گے، اس لیے علاقہ کے لوگوں سے چندہ وصول نہیں کرنا چاہیے، بلکہ باہر کے لوگوں سے مالی وسائل مہیا کرکے ادارہ چلانا چاہیے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے، یہ بات بالکل حقیقت ہے کہ اگر صرف باہر سے چندہ لاکر ادارہ یا تحریک چلائی جاتی ہے اور علاقہ کے لوگوں سے چندہ نہیں لیا جاتا، تو علاقہ کے لوگ، مہتمم یا ذمہ دار کا ذاتی ادارہ سمجھ کر کوئی ہمدردی اور تعلق نہیں رکھتے، اور یہ ادارہ ان کی نگاہوں میں کھٹکتا رہتا ہے، اور بار بار ادارہ کے خلاف لوگوں کو جمع کرکے اس میں مداخلت کرتے اور رکاوٹ بنتے ہیں اگر علاقہ سے چندہ کیا جاتا ہے اور وہاں کے ذمہ دار لوگوں سے ادارہ کے مختلف تقاضوں کو رکھ کر ان سے خدمت لی جاتی ہے، تو وہ ادارہ کو اپنا ادارہ سمجھتے ہیں اور اس میں کسی طرح کی رکاوٹ ڈالنے والوں کے سامنے ڈھال بنتے ہیں، میرا یہ زندگی بھر کا تجربہ ہے کہ جو لوگ ادارہ میں چندہ دیتے ہیں، زیادہ تر وہی لوگ ادارہ کے نظام میں کسی طرح کی مداخلت نہیں کرتے، اور جو لوگ چندہ نہیں دیتے یا ادارہ میں جانی مالی خدمت ان کی نہیں ہوتی، وہی ادارہ کے انتظام و انصرام میں مداخلت اور رکاوٹ پیدا کرتے ہیں، اس لئے ذمہ داران مدارس کو علاقہ کے لوگوں کو بھی ضرور بالضرور جانی مالی طور پر حصہ دار بنانا چاہئے۔

کئی بار ایسا بھی ہوتا ہے کہ ادارہ کے ذمہ دار علاقہ کے لوگوں کے کمزور مالی حالات کی وجہ سے ان سے تقاضا نہیں رکھتے، یہ بات بھی زندگی بھر کے تجربہ کی ہے کہ علاقہ کے لوگوں کی مالی اور اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں، کہ ان کی حیثیت کے مطابق ہی سہی ان سے چندہ ضرور لیا جائے، اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ رفتہ رفتہ مدارس کی خدمت کی برکت سے غیر معمولی طور پر ان کے کاروبار اور اقتصادی حالت میں حیرت ناک ترقی ہوگی، اور باہر کی جن شخصیتوں سے چندہ لینے کے لئے ارباب مدارس کو دور دراز کا سفر کرنا پڑتا ہے، وہ سیٹھ اور کاروباری لوگ اپنی بستی میں پیدا ہو جائیں گے، دوسرا اس سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ غریب لوگ جو چندہ اور تعاون اداروں کا کرتے ہیں، وہ نہایت اخلاص کے ساتھ اپنے تعاون کو بالکل بے حقیقت اور حقیر سمجھ کر اور دین کی خدمت کی عظمت کے ساتھ کرتے ہیں، یہ تعاون بڑا نورانی اور بابرکت ہوتا ہے، ان کے اخلاص اور جذبہ سے پورے ادارہ میں برکت اور نورانیت آتی ہے۔

چوتھی نہایت ضروری بات یہ ہے کہ ادارہ کے ذمہ دار، اپنے ادارہ کے آس پاس اپنی بستی میں یا گرد نواح کی بستیوں میں دوسرے ادارے یا مکاتب قائم ہونے پر ناخوش ہوتے ہیں، خصوصاً بڑے ادارے والوں میں یہ مقابلہ زیادہ دیکھنے میں آتا ہے، اس میں یہ بھی گمان رہتا ہے کہ اس علاقہ میں بہت سے ادارے قائم ہو جائیں گے، تو ہمارا چندہ، چرم قربانی، صدقہ فطر اور غلہ وغیرہ جو متعین مقدار میں ہوتا ہے، بٹ جائے گا، اور ہمارے چندہ پر فرق پڑے گا، تجارت کا قاعدہ یہ ہے کہ کسی جگہ صرف ایک دوکان ہوتی ہے، تو وہاں محدود گاہک اور خریدار آتے ہیں، اگر کسی علاقہ میں ایک ہی چیز کی بہت سی دوکانیں بن جائیں اور وہ اس چیز کی مارکیٹ اور بازار بن جائے تو پھر جتنے خریدار اس دوکان پر جب وہ اکیلی تھی آتے تھے، اس سے دو چند خریدار وہاں آنے لگتے ہیں، اس لئے یہ شیطانی خیال ہے کہ دوسرے ادارے قائم ہوں گے تو وہ ہمارے ادارہ کے لئے رکاوٹ بنیں گے، دین کا ایک ادارہ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

یا ایک شعبہ دوسرے ادارہ اور شعبہ کے لئے تقویت کا ذریعہ بنتا ہے نہ کہ رکاوٹ۔ ادارے قائم ہونے پر ناخوش ہونے کے بجائے اداروں کو گردونواح کے ہر محلّہ اور بستی میں ادارے قائم کرنے کی فکر کرنی چاہئے، اور بہتر ہے کہ اپنے ادارہ سے اس کی سرپرستی اور تعاون کیا جائے، اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ علاقہ کے اچھے طلباء آپ کے ادارہ کو ملیں گے، دوسرے علاقہ اور پڑوس کی بستیوں سے آپ کے ادارہ کے معاونین بھی بڑھیں گے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ دینی اداروں اور مدارس میں خصوصا اپنے ابتدائی مراحل میں مالی پریشانی سے ہمت نہیں ہارنی چاہئے، دینی تحریکوں، تنظیموں اداروں اور مدارس کا عجیب وغریب معجزانہ نظام ہے، یہ کہاں سے چلتے ہیں اور کس طرح ان کا بجٹ پورا ہوتا ہے یہ بالکل عجوبہ ہے، کتنے اداروں میں شوال کے مہینہ میں جب رمضان المبارک کی زکوۃ اور صدقہ فطر کی آمدنی آتی ہے اس وقت گذشتہ قرض دے کر کچھ قرض بچ جاتا ہے، اور ارباب ادارہ بالکل ہمت سی ہار کر کبھی کبھار زار وقطار روتے ہوئے ہوتے ہیں، مگر نہ جانے کہاں کہاں سے اللہ تعالی، شعبان تک اسی طرح سال پورا کروادیتے ہیں، اور شعبان میں قرض میں غیر معمولی اضافہ نہیں ہوتا، اس لئے دینی ادارے چلانے والوں کو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ یہ ادارے اللہ تعالی کے ہیں، اور اللہ تعالی ان کے چلانے کے لئے وسائل کا نظم غیب سے فرماتے ہیں، البتہ یہ ضرور ہے کہ ادارہ کے مدرسین اور ملازمین کو صرف ملازم بنانے کے بجائے تحریک وتنظیم اور ادارہ کا کارکن اور شریک بنا کر کام کرنا چاہئے اور ادارہ کے حالات سے وقتا فوقتا میٹنگ کرکے باخبر کرتے رہنا چاہئے، اس سے وہ وظیفہ میں تاخیر سے بدظن بھی نہیں ہوں گے، اور ادارہ کی ضروریات ووسائل مہیا کرنے کے سلسلہ میں فکرمند رہیں گے

چھٹی ایک بات یہ ہے کہ دینی اداروں اور دینی تعلیم کے سلسلہ میں امت میں استخفاف اور اہانت کا معاملہ رہتا ہے اور عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ دینی تعلیم صرف ان لوگوں کے لئے ہے جن کے یہاں کھانے کو کچھ نہ ہو، اس لئے تمدنی لحاظ سے ترقی یافتہ اور سماج میں اہل ثروت اور مؤثر سمجھے جانے والے لوگ اپنے بچوں کو دینی مدارس میں داخل کرانے میں عار محسوس کرتے ہیں، اس کے علاوہ انسان کی فطرت میں اللہ تعالی نے یہ بات رکھی ہے کہ جس چیز پر اس کا جان مال خصوصا مال خرچ ہوتا ہے، اس کی دل میں قدر ہوتی ہے، اس لئے صرف اور صرف فری تعلیم بلکہ مزید وظیفہ دے کر پڑھانے کے بجائے اہل ثروت اور صاحب نصاب لوگوں کے بچوں کے لیے پوری فیس لے کر تعلیم دینے کا نظام بنایا جائے اور اس کے لیے والدین کی ذہن سازی کی جائے اور اس میں اچھا یہ ہے کہ طعام فیس کے ساتھ تعلیمی فیس بھی لی جائے ورنہ کم از کم طعام فیس کا ضرور نظام بنایا جائے۔

ساتویں گزارش یہ ہے کہ یہ ادارے اللہ کے دین کے ہیں اور اللہ تعالی ضرور ان کی ضرورتوں کا نظم فرماتے ہیں اگر کسی ادارہ میں وسائل کی حد درجہ قلت ہے اور مسلسل چل رہی ہے اور پریشانی ہے تو ادارہ کے ذمہ داروں کو اپنا اور نظام کا محاسبہ کرنا چاہیے کہ ادارہ میں مالیات میں خیانت ہے، یا مدرسہ میں لواطت کی غلاظت ہے، اگر خیانت اور لواطت سے ادارہ محفوظ ہے، تو عارضی طور پر بھی چندہ میں مشکلیں پیش آجاتی ہیں، مگر مستقل وسائل کی قلت، مسائل اور مشکلات جاری نہیں رہتیں، اپنے رفقاء میں بارہا اس کا تجربہ ہوا، جب لگاتار وسائل کی قلت اور جان لیوا مشکلات کا سامنا ہوتا رہا، تو محاسبہ کیا گیا، تو یا تو خیانت یا لواطت ضرور اس میں پائی گئی، جب اس کا علاج کیا گیا تو مسئلہ حل ہوگیا۔

اس اصول کو اہل مدارس خصوصا بانیان مدارس اور ذمہ داران مدارس کو یاد رکھنا چاہئے، کہ مدرسین کے لئے آسانیاں سہولیات اور وسائل کی فراہمی میں امانت اور پاک بازی کو بنیادی دخل ہے، خیانت اور لواطت کی نحوست سے تنگی اور پریشانیاں آتی ہیں اور وسائل روک دیئے جاتے ہیں، اس کے علاوہ جس ادارہ میں خیانت یا لواطت میں سے کوئی چیز رہتی ہے، وہاں کے کام کرنے والوں، پڑھنے پڑھانے والوں میں انتشار، صلاح کی کمی اور بے دینی اور فسق وفجور کی طرف رغبت کی بہتات ہونے لگتی ہے اس

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

لئے اس سلسلہ میں بہت حساس رہنے کی ضرورت ہے، اگر وسائل کی قلت لگا تار ہے تو اندر سے محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے

آخری بات اور گزارش پہلی گزارش کا تکملہ یہ ہے کہ اخلاص اور نیت کی تصحیح کی ہر وقت ذمہ داران مدارس کو فکر اور محاسبہ کرتے رہنا چاہیے اور اخلاص کے لیے میرے حضرت والا حضرت مولانا علی میاں ندوی نور اللہ مرقدہٗ، امیر المومنین اور امام اخلاص حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ملفوظ بار بار دہراتے اور فرماتے تھے کہ دل چاہتا ہے کہ میرے تمام رفقاء اور اہل تعلق یہ ملفوظ لوح قلب پر لکھ لیں اور بار بار دہراتے رہیں، سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دین کا بنیادی اصول یہ ہے اللہ کے یہاں صرف وہ کام دین ہے اور مقبول ہے جو اخلاص کے ساتھ ہو اور اخلاص کی ایک ترازو میں آپ کو بتاتا ہوں، اپنے اعمال اور دینی خدمات اور کوششوں کو اس پر رکھ کر تول لیا کرو، اخلاص یہ ہے کہ دین کے ہر کام کرنے والے کی احسان مندی دل میں ہو، اگر احسان مندی کے بجائے رقابت کا جذبہ ہے، یہ خیال ہے کہ اس کا ادارہ کیوں ترقی کر رہا ہے؟ اس کی تحریک میں لوگ کیوں زیادہ جڑ رہے ہیں؟ اس کے ادارہ کو چندہ کیوں دے رہے ہیں؟ تو یا تو نیت کی اصلاح کریں ورنہ کام بند کر دیں، میرے حضرت والا آگے اس کی تشریح فرماتے تھے کہ اخلاص یہ ہے کہ دین کے کام کو اپنا ذاتی کام سمجھے، ذرا خیال کیجئے، ہمارا گھر بن رہا ہو، اور کوئی اینٹیں اکٹھی کر دے، سیمنٹ کی بوری کو ہاتھ لگا دے یا کوئی اور مدد کر دے، مستری سامان اٹھا رہے ہوں تو ہاتھ لگا دے، تو آدمی کتنا احسان مانتا ہے کہ ہمارے کام میں ہاتھ بٹایا ہے، اسی طرح دین کا ہر کام میرا اپنا کام ہے، اب اگر کوئی دوسرا آدمی اس میں ہاتھ بٹا رہا ہے، یا ذمہ داری نبھا رہا ہے تو اپنے اوپر احسان سمجھنا، اور اس کا بھر پور تعاون کرنا چاہئے، اس لیے دینی ادارے اور تنظیمیں چلانے والوں سے درخواست ہے کہ اپنے ادارہ کے نظام کو سنبھالتے اور چلاتے ہوئے گرد و نواح کے جتنے دوسرے ادارے ہیں، جہاں آپ ہیں، وہاں دنیا کا کوئی ادارہ والا، یا تنظیم والا آپ کو ملے اور آپ کوئی تعاون اس کا کر سکتے ہوں، تو دل کھول کر اس کا تعاون کریں، اور اس تعاون کے سلسلہ میں سخاوت کا معاملہ کریں ہرگز ہرگز بخل سے کام نہ لیں، اس سے آپ کے ادارہ کا میدان بننے اور لوگوں کو آپ کے ادارہ کی طرف متوجہ ہونے میں غیر معمولی اور حیرت ناک اضافہ ہوگا، کم از کم اس کا تو التزام رکھیں اور بار بار اس کا عہد کریں اور عہد کی تجدید کرتے رہیں کہ زندگی بھر کسی دوسرے خادم دین، کسی تنظیم کے لئے، کسی ادارہ کے لئے خصوصاً اہل خیر حضرات کے سامنے، اگر کلمہ خیر کہنے کی توفیق نہیں مل رہی ہے، تو ہرگز ہرگز کلمہ شر نہ کہیں، پوری زندگی کا تجربہ ہے کہ آپ کسی کے سامنے دوسرے ادارہ یا اس کے ذمہ دار کے لیے کلمہ شر کہیں گے، تو اس ادارہ سے وہ بدظن ہوگا، خصوصا آج کے دور میں جن کو اہل خیر کہا جاتا ہے، ان کے کان بہت کچے ہوتے ہیں، مگر ساتھ ساتھ وہ آپ کی ذات اور ادارے کے سلسلہ میں بھی منفی سوچ شروع کر دیں گے اور ساتھ ساتھ عام دینی تحریکوں اور شخصیات سے بدظنی شروع ہو جائے گی، جو خود اہل خیر کے لئے آخری درجہ میں سم قاتل ہے، اور اگر آپ نے کسی شخص کے سامنے کسی دوسرے ادارہ کے لئے اچھے کلمات کہے تو اسے ایسے دینی ادارہ کے تعاون پر خوشی اور اعتماد بھی ہوگا، اور آپ کے ساتھ اس کے تعلق اور اعتماد میں غیر معمولی اضافہ ہوگا، اور عام دینی خدمات اور دینی شخصیات کے ساتھ اس کی عقیدت و تعلق اور جذبہ خدمت میں اضافہ ہوگا۔ اس لئے ہرگز ہرگز کسی گئے گذرے خادم دین یا ادارہ کے سلسلہ میں کوئی کلمہ شر اپنی زبان سے نہ نکالیں۔

یہ چند گذارشات ''الدین النصیحۃ'' کے فرمان رسول کی تعمیل کے خیال سے زندگی کے چالیس سالہ دینی اداروں کے قیام اور اس کے نظم و انتظام کے تجربات کی روشنی میں پیش کی گئی ہیں، اللہ کرے ان سے فائدہ اٹھایا جائے، اور اللہ تعالی اس حقیر کے لئے ان کلمات کو صدقہ جاریہ بنائے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

دینی و تہذیبی شناخت کی حفاظت

وقت کا اہم مسئلہ

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

''مورخہ: ۱۸؍تا ۲۰؍نومبر ۲۰۲۳ء کو جامعۃ الاسوۃ الحسنہ پلاپٹی (تامل ناڈو) میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا تبیسواں فقہی سیمینار منعقد ہوا، جس میں ملک بھر سے تین سو سے زیادہ علماء و ارباب افتاء نے شرکت کی، سیمینار کے افتتاحی اجلاس میں اس عاجز نے ہندوستانی مسلمانوں کو اکثریتی فکر وتہذیب میں جذب کرنے کی جو کوشش کی جارہی ہے، اس پر روشنی ڈالی، صورت حال بھی پیش کی گئی اور اس کا حل بھی، موضوع کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے اس خطبہ کا متن تمہیدی مضمون کو حذف کرتے ہوئے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے، اور توجہ کے ساتھ پڑھنے کی گزارش کی جاتی ہے''۔ (خالد سیف اللہ رحمانی)

....

اس وقت ملک کے جو حالات ہیں اور مسلمان جس صورت حال سے دوچار ہیں، وہ دوپہر کی روشنی کی طرح واضح ہے، کہیں اسلامی شعائر کی اہانت، کہیں مسلم نوجوانوں کی ماب لنچنگ، کہیں مسلمانوں کا معاشی بائیکاٹ اور کہیں دوسرے رسوا کن واقعات پیش آرہے ہیں، اور ان سب سے بڑھ کر وہ نفرت انگیز پروپیگنڈہ ہے، جس کے ذریعہ برادران وطن کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف آگ سلگادی گئی ہے، بے برداشتگی کا ماحول پروان چڑھ رہا ہے، اور منظم طور پر اقلیتوں اور خصوصاً مسلمانوں کو نشانہ بنایا جارہا ہے، ضرورت ہے کہ پوری گہرائی کے ساتھ اس صورت حال کو سمجھا جائے، اور موجودہ حالات میں مسلمانوں کے لئے درست لائحہ عمل کی نشاندہی کی جائے، اسلامک فقہ اکیڈمی کا موضوع تو دور جدید میں پیدا ہونے والے فقہی مسائل کا حل ہے؛ لیکن فکری پہلو سے مسلمانوں کو جو مسائل درپیش ہیں، اکیڈمی نے ہمیشہ ان میں بھی رہنمائی کی کوشش کی ہے، اگر غور کیا جائے تو اس سیمینار کے عناوین میں جو ''**تشبّہ**'' کا موضوع رکھا گیا ہے، وہ اس پہلو سے بڑا اہم ہے، جو موجودہ حالات میں اپنی ملی وتہذیبی شناخت کی حفاظت کی طرف متوجہ کررہا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ بھارت کی سرزمین نے دنیا کے مختلف مذاہب کا استقبال کیا ہے؛ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مشرکانہ سوچ اور تہذیب یہاں کے رگ و ریشہ میں رچی بسی ہے، اور اس سے بھی زیادہ دشوار بات یہ ہے کہ اس ملک کے ایک طبقہ نے دیگر مذاہب و افکار اور تہذیب وتمدن کو اپنے وجود میں جذب کرنے کی پُرفریب اور کامیاب کوشش کی ہے۔

مذہبی شدت پسندی اور مخالف فکر کو برداشت نہ کرنے کا جذبہ انسان کو اس طرف لے جاتا ہے کہ وہ دوسرے نظریہ کو ختم کردے، اس کی سب سے خطرناک صورت یہ ہے کہ دوسری فکر پر یقین رکھنے والوں کو مذہب بدلنے پر مجبور کردیا جائے، اور نہ ماننے کی صورت میں کوئی رحم کھائے بغیر تہہ تیغ کردیا جائے، اس کی مثال قدیم تاریخ میں بھی ملتی ہے، قرآن مجید میں کم از کم اس طرح کے دو واقعات پوری وضاحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں، ایک یہ کہ فرعون نے بنی اسرائیل کو عقیدہ توحید سے روکنے کے لئے نسل

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کشی کی تدبیر اختیار کی کہ بنی اسرائیل میں جو بھی بیٹا پیدا ہوتا، اسے قتل کر دیا جاتا، نہ جانے کتنے بچے فرعونِ وقت کے اس ظالمانہ حکم کا شکار ہوئے (تفسیر السمعانی: ۱/۷۷، بقرہ: ۹۴)

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ جو مذہبی منافرت کی بناء پر تشدد اور بے برداشت ہونے کا ہے، وہ ہے جسے ''اصحاب اخدود'' کہا جاتا ہے، یہ حق پرست عیسائیوں کا واقعہ ہے، جن کو جیتے جی نذر آتش کرنے کے لئے ایک بڑی کھائی کھودی گئی اور کم وبیش ۲۰/ ہزار افراد اس میں زندہ جلا دیئے گئے (قصص القرآن: ۳/۳۲۲)، اسلام کے ابتدائی دور میں بھی بعض ایسے واقعات پیش آئے، جن میں بیر معونہ کے واقعہ میں ستر حفاظ صحابہ کی شہادت کا واقعہ ناقابل فراموش ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع وبئر معونۃ، حدیث نمبر: ۸۸۰۴)، اور ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک رومی سردار نے کئی مسلمانوں کو توحید پر قائم رہنے کے جرم میں تیل کی کڑاہی میں تل دیا؛ مگر ان کے پایہ استقامت میں کوئی جنبش تک نہیں آئی۔

(شعب الایمان للبیہقی، حدیث نمبر: ۱۶۳۹، ۲/۲۴۴)

اہل یورپ میں مذہبی شدت پسندی بہت زیادہ تھی، دنیا کی آنکھوں نے ماضی قریب تک اس کی مثالیں بار بار دیکھی ہیں، انھوں نے سرد جنگ میں فتح پانے کے بعد فلسطین میں جو مظالم ڈھائے، وہ تاریخ کا ایک خونچکاں باب ہے، پھر یہ عیسائی شدت پسند ہی تھے، جنھوں نے یہودیوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے ہولوکاسٹ (Holocaust) کیا، اور بے شمار یہودی گیس کے چیمبروں میں ایک ایک قطرہ آب کو ترستے ہوئے مار ڈالے گئے (مرگ انبوہ، دائرۃ المعارف برٹانیکا، ۲۰۰۷)، یہ مغرب ہی ہے، جس نے اندلس کے مسلمانوں کو دھوکہ دے کر سمندر میں غرق کر دیا، اور اپنے عہد کا کوئی پاس نہیں رکھا، اور ہزاروں مسلمانوں کو مختلف طریقوں سے شہید کر دیا؛ کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ اسپین سے مسلمانوں کا نام ونشان مٹ جائے، (خلافت اندلس نواب ذوالقدر جنگ بہادر: ۴۲۴) مغرب نے سائنس وٹکنالوجی کی طاقت حاصل کی اس کو بھی انھوں نے پوری ڈھٹائی کے ساتھ اپنے مخالفین کو بے نام ونشان کرنے کے لئے استعمال کیا، جس کی مثال دوسری جنگ عظیم میں جاپان کے دو آباد اور بھرے پُرے شہر ہیرو شیما اور ناگاساکی پر نیوکلیئر بم کی بارش ہے، جس نے لاکھوں لوگوں کو لقمہ اجل بنا دیا، اور دور کیوں جائیں، بوسنیا کے قتل عام کا تصور کیجئے اور شام اور عراق میں شہداء کی پاکیزہ روحوں کو یاد کیجئے کہ کس طرح خون انسانی کی ارزانی کا تماشہ مشرق سے لے کر مغرب تک ساری دنیا نے دیکھا، غرض کہ کسی مذہب کی پیش قدمی یا کسی قوم کی بالا دستی کو روکنے کے لئے تشدد کی بہت قدیم تاریخ رہی ہے، آر ایس ایس کے بانیوں اور رہنماؤں نے بھی بھارت کی اقلیتوں کے بارے میں اسی برتاؤ کی دعوت دی ہے (بھگوا دہشت گردی اور مسلمان، از: اعظم شہاب الدین: ۹۳-- ساورکر، فکر وتحریک: ۱۳) اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دوسرے مذہب کی پیش قدمی کو طاقت کے ذریعہ روک دیا جائے اور اپنے مقابل کسی اور مذہب اور سوچ کو برداشت نہ کیا جائے۔

کسی مذہبی گروہ کو ختم کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ فکری و تہذیبی طور پر ان کو اپنے وجود میں جذب کر لیا جائے، اس کی واضح مثال موجودہ عیسائیت ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی برحق تھے، اور انھوں نے انسانیت کو توحید کی دعوت دی تھی؛ مگر یہودیوں نے ان کے متبعین پر بڑے مظالم ڈھائے، یہاں تک کہ وہ فلسطین سے نکل کر مختلف جگہوں پر بھٹکنے پر مجبور ہو گئے، عیسائیوں پر جور وستم کے لئے اُکسانے والوں میں سے ایک اہم شخصیت راسخ العقیدہ یہودی پولس (POLUS) کی تھی، جو سینٹ پال (Saint Paul) کے نام سے جانا جاتا ہے، اس نے جب دیکھا کہ تشدد کا ہتھیار کام نہیں آ رہا ہے تو اس نے عیسائیت پر فکری پہلو سے شب خوں مارا، اس زمانہ میں دنیا کی مختلف قومیں تثلیث، یعنی تین خداؤں کا عقیدہ رکھتی تھیں، خود ہمارے ملک میں برہما، وشنو، شیو

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کے خدا ہونے کا تصور موجود تھا اور اب بھی ہے، فلسطین کے قریب روم ویونان میں بھی تثلیث کا تصور موجود تھا، اور تین خدا تسلیم کئے جاتے تھے۔

سینٹ پال نے مخلصانہ یا منافقانہ طور پر عیسائیت قبول کرنے کے بعد عیسائیت کو روم ویونان میں مقبول بنانے کے لئے اس کو تثلیث کے سانچے میں ڈھال دیا، اور اس کے لئے باپ، بیٹا اور روح القدس کی اصطلاح ایجاد کی، جس کی خود انجیل میں کوئی صراحت نہیں ہے، آخر عیسائیت کا وجود ہمیشہ کے لئے تثلیث میں گم ہو کر رہ گیا، اگر قرآن مجید نے اس حقیقت کو واضح نہیں کیا ہوتا، تو شاید کبھی اس جھوٹ سے پردہ نہیں اٹھ پاتا۔

اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے اور آپؐ نے اہل مکہ کو بُت پرستی سے باز آنے اور ایک خدا کی عبادت کرنے کی دعوت دی تو پہلے تو انھوں نے طاقت کے ذریعہ اس کو ختم کرنے کی کوشش کی؛ لیکن جب ان کو اندازہ ہو گیا کہ وہ اس میں کامیاب نہیں ہوں گے تو صلح کا ایک فارمولہ پیش کیا، اور وہ یہ کہ ہم لوگ بھی مسلمانوں کے خدا کو تسلیم کر لیں اور اس کی عبادت کریں اور مسلمان بھی ہماری دیویوں دیوتاؤں کو خدا مان لیں اور وہ بھی ان کی پوجا کریں، نیز ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں کے لئے ایک ایک سال مقرر کر لیں، ایک سال ہماری دیویوں دیوتاؤں کی عبادت کا رہے اور ایک سال مسلمانوں کے خدا کی عبادت کا ہو، اسی پس منظر میں ''سورہ کافرون'' نازل ہوئی (روح المعانی: ۱۵/۴۸۵)، یہ بظاہر صلح کی ایک کوشش تھی؛ لیکن در حقیقت یہ مسلمانوں کو اپنے وجود میں جذب کرنے کی سازش تھی، قرآن مجید میں صاف طور پر اس نقطہ نظر کو رد کر دیا گیا اور واضح کر دیا گیا کہ توحید اور شرک دو متضاد چیزیں ہیں، یہ ایک شخص میں جمع نہیں ہو سکتی ہیں، ممکن نہیں کہ ایک انسان بیک وقت ایک خدا کی بھی عبادت کرے اور بہت سارے خداؤں کی بھی۔

اس پس منظر میں اگر ہم اپنے ملک کی تاریخ کو دیکھیں تو واضح طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ موجودہ ہندوتوا کی ترجمانی کرنے والا گروہ برہمن بہت ہی گہری اور شعوری کوششوں کے ساتھ مخالف نقطہ نظر کو اپنے راستے سے ہٹا کر اس کو مشرکانہ سوچ میں ضم کر دیتا ہے۔

بودھ اصل میں توحید کے قائل تھے اور خدا کو ''علۃ العلل'' اور کائنات کا اصول اول قرار دیتے تھے، گوتم بدھ کی اصل دعوت برہمنوں کے اس تصور کو ختم کرنا تھا کہ پیدائشی طور پر کوئی انسان برتر اور کوئی کمتر ہے، برہمنوں کی من گھڑت رسموں سے نجات حاصل کرنا بودھ کی بنیادی تعلیمات کا حصہ تھی؛ اسی لئے برہمنیت کی طرف سے ان کی تحریک پر کفر کا فتویٰ لگا اور اس فرقہ کو ناستک، یعنی ملحد قرار دیا گیا، برہمنوں نے ان کے مندر توڑ ڈالے، ہزاروں لوگوں کو قتل کر ڈالا، جب راجہ اشوک نے بودھ مذہب قبول کیا تو یہ اس خطہ کا غالب اور مقبول مذہب بن گیا، اور یہاں سے چین، جاپان، سری لنکا، کوریا، ویتنام اور تھائی لینڈ تک پھیل گیا؛ لیکن بالآخر ہوا یہ کہ جب ۱۲۰ / عیسوی میں راجہ کنشک تخت حکومت پر بیٹھا تو اس نے مہاتما بودھ کو خدا کا اوتار مان کر لوگوں کو ان کی مورتی کی پوجا کرنے پر آمادہ کر لیا، اور اس طرح ایک ایسا مذہب جس کی بنیاد اللہ کی توحید اور انسان کی وحدت پر تھی، شرک کے رنگ میں رنگ گیا، اب گوتم بدھ کی پرستش بودھ سماج کا ایک لازمی حصہ بن چکی ہے، اور اُن کی بڑی بڑی مورتیاں بنائی جا رہی ہیں، یہاں تک کہ آج ہمارے ملک میں بودھ ہندو سماج کا حصہ بن گئے ہیں، اور بڑی چالاکی کے ساتھ ملک کے دستور میں بھی ان کو ہندو قرار دے دیا گیا ہے۔

اسی کی ایک مثال جین مت ہے، جو ایک بڑا فلسفیانہ مذہب ہے، اس کے دو بڑے فرقے ہیں، ایک دگامبر جو بے لباس رہتے ہیں، دوسرے: شوتامبر جو سفید کپڑے استعمال کرتے ہیں، یہ دونوں بنیادی طور پر بت پرستی کے مخالف ہیں، اس قوم کو مجسمہ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

سازی کے فن میں امتیاز حاصل رہا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ایلورا اجنتا کے مندران ہی کی فنکاریوں کا نمونہ ہیں، جینیوں کو بھی آہستہ آہستہ پوری طرح مشرکانہ رنگ میں رنگ دیا گیا اور خود مہاویر جین کی مورتی کی پوجا پران کو آمادہ کرلیا گیا، آج یہ بھی ہندو سماج کا ایک حصہ بن چکے ہیں۔

اسی کی ایک مثال سکھ مت ہے، اس مذہب کے بانی گرونانک جی کا زمانہ زیادہ دور نہیں ہے، وہ ۱۴۶۹ء میں پیدا ہوئے، وہ شروع سے توحید پر عامل تھے، اور بت پرستی سے دور رہتے تھے، انھوں نے جومُول منتر، یعنی بنیادی کلمہ سکھایا، اس میں یہ بات کہی گئی ہے کہ خدا ایک ہے، اس کا نام سچ ہے، وہی قادر مطلق ہے، وہ بے خوف ہے، اسے کسی سے دشمنی نہیں ہے، وہ ازلی وابدی ہے، بے شکل وصورت ہے، قائم بالذات ہے، (ہندوستانی مذاہب، ڈاکٹر رضی کمال ص:۶۳)

یہ تحریک دراصل برہمنی رسوم ورواج کو ختم کرنے کے لئے شروع ہوئی تھی؛ اسی لئے سکھوں کے چوتھے گرو رام داس نے شادی اور مرنے کی رسوم ہندو مذہب سے الگ مقرر کیں، ستی کی رسم کی مخالفت کی اور بیواؤں کی شادی پر زور دیا، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گرونانک جی اسلام سے زیادہ متاثر تھے، انھوں نے پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا، روزہ رکھنے کی تلقین کی، ختم نبوت پر ایمان لانے کو کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے کلام میں جا بجا ستائش کی اور اسلامی تعلیمات کو سراہا؛ مگر افسوس کہ سیاسی اختلافات اور اس سے پیدا ہونے والے جنگ وجدال نے ان کو مسلمانوں سے دور کردیا؛ لیکن آہستہ آہستہ سکھ سماج کو موجودہ ہندو سماج کا حصہ بنا دیا گیا اور سکھوں کے انکار کے باوجود بہت ہی ڈھٹائی کے ساتھ دستوری طور پر ان کو بھی ہندوؤں میں شامل کرلیا گیا۔

[.... باقی آئندہ...]

غزل

ڈاکٹر جمیل مانوی

سہارن پور (یوپی)

☆

کس قدر اپنی امیدوں میں پہ پشیماں ہوں میں
تو اسی شہر میں ہے اور پریشاں ہوں میں

اپنی آنکھوں کے لئے خوابِ پریشاں ہوں میں
تم سمجھتے ہو محبت سے گریزاں ہوں میں

شہر میں بھیڑ ہے کوتاہ قدوں کی جب سے
اپنے قامت کی درازی پہ پشیماں ہوں میں

ان کی آنکھیں رہیں تادیر سلامت، مولا!
جن کی آنکھوں کے لئے دید کا ساماں ہوں میں

بجھ گئے خود، مجھے پھونکوں سے بجھانے والے
دل کی طاقوں میں اسی طرح فروزاں ہوں میں

دل کو یوں کوئے ملامت کی ہوا چھیڑتی ہے
جیسے ویرانیِ صحرا سے ہراساں ہوں میں

دل بھی آسودگیِ جاں کا طلب گار ہے اب
کیسے کہہ دوں کہ ترے غم کا نگہباں ہوں میں

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

امام الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

کی تصانیف ومؤلفات، فتاویٰ، رسائل، مکتوبات اور مجموعۂ کلام

زیرِ قلم تالیف: امام الہند، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ
احوال، خدمات، کارنامے، تصانیف ومتعلقات اور تلامذہ کا ایک باب

حضرت مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی

قسط : 4

افادات سنن ترمذی

حدیث شریف کی امہات کتب میں سنن ترمذی کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے، یہ صحاح ستہ کی تیسری یا چوتھی کتاب شمار کی جاتی ہے اور خاندان ولی اللہ میں اس کے درس وتعلم کا سلسلہ ہمیشہ رہا، جو ایک معتبر روایت کی طرح پوری دنیا میں پھیل چکا ہے۔ حضرت شاہ صاحب بھی سنن ترمذی کا درس دیتے تھے اور جس طرح حدیث وتفسیر کی دوسری بڑی کتابوں پر خاص توجہ فرماتے تھے، یہی کیفیت سنن ترمذی کی بھی تھی، مگر سنن ترمذی کے مکمل افادات پر مشتمل، کسی نسخہ کا مجھے علم نہیں، جزوی افادات اس نسخہ میں درج ہیں، جو حضرت شاہ صاحب کے شاگرد، مولانا سید قطب الہدی رائے بریلوی کے مرتبہ ومکتوبہ نسخہ میں درج ہیں، مولانا قطب الہدیٰ نے سنن ترمذی کا یہ نسخہ، اس وقت نقل اور تحریر کیا تھا، جب وہ دہلی میں مقیم تھے اور شاہ صاحب سے ترمذی شریف پڑھ رہے تھے۔

اس نسخہ کے آغاز پر مولانا سید قطب الہدی نے، حضرت شاہ ولی اللہ کی ترمذی شریف کی سند، جو شیخ ابوطاہر کے حوالہ سے ہے، خود حضرت شاہ عبدالعزیز کی تحریر سے نقل کی ہے، لکھا ہے کہ:

”نقل من خط أستادنا وشيخنا، الشيخ عبد العزيز بن الشيخ ولى الله المحدث الدهلوى‘

اس نسخہ کے بین السطور میں اور حاشیہ پر کثیر عبارات و افادات درج ہیں، جس کا بڑا حصہ حضرت شاہ عبدالعزیز کے ارشادات پر مشتمل ہے، یہاں نمونہ کے طور پر صرف ایک افادہ پیش کیا جارہا ہے۔

امام ترمذی نے باب ماجاء في فضل الطهور کے تحت حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت نقل کی ہے جس کا ایک فقرہ یہ ہے

خرجت من وجهه كل خطيئة.

اس پر حضرت شاہ صاحب نے فرمایا ہے:

”خروج الخطايا استعارةٌ لحصول المغفرة عند غسل العضو، لا أن الخطأ في الحقيقة جسمٌ يخرج مختلط مع الماء، واكثرهم خصصوا تلك الخطايا بالصغائر، كما ورد في الحديث ما اجتنب الكبائر وله توجيه آخر لا يخفى.

مولانا عبد العزيز سلمه الله تعالىٰ“

اس نسخہ کی پہلی جلد کی کتابت، عمدہ نستعلیق تحریر میں، ۲۷/جمادی الاولیٰ ۱۲۲۴ھ [جولائی ۱۸۰۹ء] میں مکمل ہوئی تھی۔ (۳۳)

یہاں لکھ دینا چاہئے کہ ہمارے ذاتی ذخیرہ میں صحیح بخاری

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کے پہلے تین پاروں پر مشتمل، ایک قلمی نسخہ محفوظ ہے، یہ وہ نسخہ ہے، جس میں حضرت مفتی الٰہی بخش نے، حضرت شاہ عبد العزیز سے پڑھا تھا۔لیکن اس پر شاہ صاحب کے افادات درج نہیں۔

حدیث شریف کے متعلقات پر چند اور تصانیف

فیما یجب حفظه للناظر

حضرت شاہ صاحب نے حدیث شریف کے مختلف موضوعات پر، حسب ضرورت کم زیادہ توجہ فرمائی تھی، اس سلسلہ میں شاہ صاحب کی جو چیزیں معروف اور مطبوعہ ہیں، ان میں سب سے مختصر بلکہ مختصر ترین تالیف: فیمایجب حفظه للناظر ہے۔

فیمایجب حفظه للناظر میں، حدیث شریف کی معروف کتابوں کا اصولی فنی لحاظ سے، درجہ متعین کیا گیا ہے، کہ کون کون سی کتب حدیث کس مقام و مرتبہ کی ہیں، سرمایۂ حدیث میں ان کا کیا درجہ ہے اور ان میں کس پر، کس طرح کا کم زیادہ اعتماد کیا جانا چاہئے۔حضرت شاہ صاحب نے کل پانچ عنوانات کے تحت معروف کتب حدیث کی تقسیم فرمائی ہے، یہ صرف ڈیڑھ صفحات پر مشتمل رسالہ ہے، لیکن صحیح معنوں میں دریا بکوزہ کا نمونہ ہے، یہ رسالہ کئی مرتبہ چھپا ہے، اردو ترجمے بھی چھپے ہیں اور بہت سے مدارس میں حدیث شریف کے طلباء کو، اس کے پڑھانے اور حفظ کرانے کا معمول ہے۔

عجالہ نافعہ

حضرت شاہ صاحب کی ایک مختصر، لیکن حدیث شریف کے اساتذہ اور طالب علموں دونوں کے لئے بے نظیر یادگار ہے، جس میں اصول حدیث، انساب وکنیٰ اور مشتبۃ النسبت ناموں کی تحقیق اور مختلف رواۃ کے ناموں کے تلفظ اور املاء کے درمیان، جو بہت باریک مگر اہم فرق ہے، اس کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔

یہ رسالہ حضرت شاہ صاحب نے، اپنے شاگرد سید قمر الدین حسینی سونی پتی کے لئے تالیف فرمایا تھا، اس میں شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ جو شخص بھی اس رسالہ کے مضامین کو اپنا رہنما بنائے گا، اور اس کے بعد فنون حدیث میں [مطالعہ اور غور] فکر کرے گا، غلطی اور لغزش سے محفوظ اور تصحیف و تحریف سے پاک رہے گا اور احادیث شریفہ کی تصحیح و تضعیف کا فیصلہ کرنے کے لئے، اس کے ہاتھ میں ایک اچھا معیاری پیمانہ موجود ہوگا۔لکھا ہے:

> ”امید وارے از حضرت باری تعالیٰ شانہ وعز برہانہ آنست، کہ اگر مضامین ایں رسالہ را، کسے نصب العین خود سازد، ودر فنون حدیث خوض نماید از غلط وخطا مامون، واز تصحیف وتحریف مصؤن باشد، ودر تصحیح وتضعیف احادیث معیارے درست بدست داشتہ باشد“۔(۳۴)

اس میں حضرت شاہ صاحب نے حدیث شریف کی مرکزی اہمیت اور اس کے راویوں کے صادق وکاذب [سچے اور جھوٹے ہونے سے، اس کی حیثیت قائم یا متاثر ہونے] کا تذکرہ فرمایا ہے اور تحریر کیا ہے کہ جو کتابیں لائق اعتماد ہیں، ان کو علیحدہ اور جو چھوڑ دینے کے قابل ہیں ان کو علیحدہ کرنا چاہئے، چوں کہ متاخر علماء میں، اس ترتیب کا بہت اہتمام نہیں رہا، اس لئے بعض لوگوں نے اپنے بعض رسائل میں، جمہور سلف سے اختلاف کیا ہے اور ان احادیث کی وجہ سے، جو غیر معتبر کتابوں میں پائی جاتی ہیں، دلیلیں تلاش کی ہیں:

> حالا کتبے کہ مجرد برائے صحاح اند، بعد ازاں کتابہائے کہ واجب الرد والترک اند، علیحدہ باید داشت تا درورطۂ تخلیط واقع نشوند۔ واکثر متاخرین محدثین را، ایں تمیز وترتیب از دست رفتہ است، ناچار در بعضے رسائل، خلاف جمہور سلف کردہ اند، وباحادیثے کہ در کتب غیر معتبرہ یافتہ اند، تمسک جستہ اند“۔(۳۵)

اس کے بعد شاہ صاحب نے، کتب احادیث کی صحت و شہرت کے اعتبار سے، حضرت شاہ ولی اللہ نے جو تقسیم فرمائی ہے، اس کا تذکرہ کرکے، اس کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا ہے، اور اس کے بعد بعض اسماء والفاظ کے ضبط [تلفظ واعراب] کی وضاحت کی

ہے، مثلاً اس بحث کی ابتدا کرتے ہوئے فرماتے ہیں، کہ کتب حدیث شریف میں جہاں بھی لفظ سَلاّم آیا ہے، اس کو لام کی تشدید کے ساتھ پڑھنا چاہیے، مگر پانچ موقعے ایسے ہیں جہاں تشدید نہیں، اس کے ساتھ ہی اس کی وضاحت کی ہے کہ وہ کون کون سے مقامات ہیں اور مثلاً لفظ غَنام جہاں آیا ہے، وہ غین کے فتحہ اور نون غنہ کے ساتھ ہے مگر ایک موقعہ پر، غنام بن علی کوفی اور اسی طرح کی بے شمار قیمتی معلومات وافادات، جو بڑی کتابوں میں بھی تلاش کرنے سے دیر میں ملتے ہیں، اس میں جمع فرما دیئے ہیں۔

اس کے بعد ایک مرتبہ اور، کتب حدیث کے درجات اور مقام کی کسی قدر مفصل بحث کی ہے، فصل دوم میں حدیث شریف کی اپنی اسانید درج فرمائی ہیں، اس کے بعد خاتمہ کے عنوان کے تحت موضوع احادیث اور کذب راوی کی پہچان اور وضاحت کے لئے، چند چیزوں کی صراحت کی گئی ہے۔

عجالہ نافعہ بھی **ما یجب حفظه للناظر** کی طرح، گاگر میں ساگر کی بہترین مثال ہے، جس سے حدیث کا کوئی باذوق طالب علم مستغنی نہیں ہوسکتا۔

عجالہ نافعہ فارسی میں ہے، (۳۶) جو پہلی مرتبہ مطبع مصطفائی کانپور سے ۱۲۵۵ھ [۴۰-۱۸۳۹ء] میں شائع ہوا تھا، ۳۶/ صفحات پر مشتمل ہے، یہ نسخہ صحت متن کے علاوہ، حسن کتابت و طباعت میں بھی بے نظیر ہے اس کے بھی اردو میں کئی ترجمے ہوئے ہیں، ایک دو ترجمے عربی میں بھی ہیں، جو مجھے دستیاب نہیں ہوئے۔

بستان المحدثین

حضرت شاہ صاحب کی سلسلہ حدیث کی، جن تصانیف کو سب سے زیادہ شہرت نصیب ہوئی اور ان سے وسیع وکثیر استفادہ کیا گیا، اس میں بستان المحدثین سب سے ممتاز ہے۔

بستان المحدثین، احوال محدثین اور ان کے بعض متعلقات پر، بے مثال و بے نظیر تالیف ہے، اس جیسی غالباً کوئی دوسری کتاب موجود نہیں، بستان کا فارسی نسخہ بار بار چھپا ہے۔

وجہ تالیف

حضرت شاہ صاحب نے متوسط لیاقت وتعلیم کے، ایسے اصحاب کے لئے، جو علم ومطالعہ کا ذوق رکھتے تھے، دینیات، حدیث شریف کی کتابیں پڑھتے اور سامنے رکھتے تھے اور اس مطالعہ وعلمی سفر میں، علمائے محدثین کے جو نام آتے تھے، یا ان کی جو چھوٹی، بڑی تصانیف نظروں سے گذرتی تھیں، ان کی ضروری معتبر علمی واقفیت چاہتے تھے۔ حدیث شریف کی اعلیٰ سے اعلیٰ تصانیف سے اوسط کتابوں تک، ہر ایک کا ایسا تذکرہ اور تعارف، جو خشک اور طویل نہ ہو، علم کا تھوڑا بہت ذوق اور معمولی صلاحیت رکھنے والے بھی، اس کو آسانی سے پڑھ لیں، سمجھ لیں اور اپنی لیاقت کے مطابق، اس سے فائدہ اٹھاسکیں۔ بستان المحدثین میں اس کا اہتمام کیا گیا ہے، شاہ صاحب نے بستان کی تمہید میں فرمایا ہے:

> ''ایں رسالہ ایں است مسمّٰی بہ بستان المحدثین کہ مقصود اصلی درآں ذکر کتب حدیث است کہ غالباً در رسائل و مصنفات از آنہا نقل می آرند وبجہت عدم اطلاع برآں کتب سامع متحیر می ماند، وبالتبع برخے از احوال مصنفین آنہا نیز مذکور می شود، کہ درحقیقت قدر تصنیف از قدر مصنفش پیدا است، وگویا نسب کتاب است''۔ (۳۷)

اس میں شاہ صاحب نے خوب فرمایا ہے کہ مصنف، کتاب کا نسب نامہ ہوتا ہے، جب تک کہ صحیح نسب نامہ معلوم نہ ہو، اعتبار مشکل ہے، اسی طرح کتاب کا حوالہ اس کے مصنفین ہیں، مصنف جس قدر عالی مرتبہ ہوگا، اس کی کتاب میں ویسا ہی اثر اور نافعیت محسوس ہوگی۔

معنویت وجاذبیت

بستان المحدثین میں، حضرت شاہ صاحب نے کتابوں کے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

تعارف میں اختصار یا درازنفسی کا اہتمام نہیں کیا، بلکہ وہ جو کہا گیا ہے: ''**أنزلوا الناس منازلهم**'' جو کتاب اور مصنف جس حیثیت ومقام پر فائز ہیں، ان کے تعارف میں اسی قدر اہتمام یا اختصار کیا گیا ہے اور جن کتابوں کی شرحیں، حاشیے اور اس کے متعلقات کثیر وطویل ہیں اور کم بھی ہیں، تو ان کی خاص اہمیت ومعنویت ہے، ان سب کا بھی جیسا مناسب خیال فرمایا، مفصل یا مختصر تذکرہ کیا ہے۔

بستان المحدثین چوں کہ متوسط علمی طبقہ کے لئے لکھی گئی تھی، اس لئے وہ طبقات محدثین یا تاریخ ورجال کی خشک کتاب نہیں ہے، عام قارئین کے لئے دلچسپی کے جو سامان ہوتے ہیں، حضرت شاہ صاحب نے موقع موقع سے، ان سب کا خیال رکھا ہے۔تحریر رواں، پرکشش اور اس دور کے لحاظ سے علمی اہمیت کی ہے، جس سے خاص وعام ہر ایک فائدہ اٹھا سکتا ہے، کتاب میں جگہ جگہ دلچسپ واقعات، عجیب وغریب قصے اور عمدہ اشعار عجب بہار دے رہے ہیں، کہ باذوق افراد اس سے ہر پہلو سے فائدہ اٹھا سکیں اور اس کی معنویت واستفادہ، موضوع کے بہت سنجیدہ، خالص علمی ہونے کی وجہ سے کم نہ ہو۔

بستان خودنوشت تالیف ہے، یا املاء؟

بستان کے تعارف میں بعض اصحاب نے لکھا ہے، کہ یہ اس دور کی یادگار ہے کہ جب شاہ صاحب نابینا ہو گئے تھے، صرف املاء کرا سکتے تھے، اس لئے بستان تصنیف نہیں، املاء ہے۔

یہاں پہلی وضاحت تو یہ ضروری ہے کہ، یہ جو بعض مؤرخین اور تذکرہ نگاروں نے خاصا زور دے کر لکھا ہے کہ شاہ صاحب نوعمری میں مختلف امراض کے شکار اور نابینا ہو گئے تھے، یہ بات شواہد وقرائن بلکہ خود شاہ صاحب کی تحریرات کی روشنی میں صحیح نہیں ہے، شاہ صاحب کی خودنوشت تحریری اطلاعات سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ شاہ صاحب ساٹھ [۶۰] سال کی عمر تک تندرست، صحت منداور فعال تھے، پینسٹھ [۶۵] سے ستّر [۷۰] سال کی عمر کے درمیان، مختلف بیماریوں میں مبتلا ہوئے، جس میں بینائی کی کمزوری اور خرابی بھی شامل تھی، جو بالآخر مکمل نابینا ہونے تک پہنچی، جس کا علاج اور تلافی نہ ہو سکی۔

دوسرے، جب بستان المحدثین کو پڑھتے، دیکھتے ہیں، تو ایسے کئی فقرے اور کلمات بار بار ملتے سامنے آتے ہیں، جو خود دیکھنے والا ہی لکھ سکتا ہے، نابینا عموماً یہ تعبیرات استعمال نہیں کرتے، مثلاً شاہ صاحب بستان میں جگہ جگہ لکھتے ہیں، ''راقم الحروف می گوید، کاتب حروف می گوید'' یہ فقرہ پوری کتاب میں بار بار دہرایا گیا ہے، میرے خیال میں اگر شاہ صاحب نے بستان، بینائی سے محرومی کے دور میں املاء کرائی ہوتی، تو اس میں اس تعبیر یا کاتب حروف کے الفاظ کا موقع نہ تھا، اس کے لئے کوئی اور تعبیر ہوتی ''بندہ می گوید'' میں کہتا ہوں ''درخیال من'' جیسے کلمات ہونے چاہئیں تھے؟

راقم حروف کا تکرار بھی غالباً یہی کہہ رہا ہے کہ بستان حضرت شاہ صاحب کی بینائی کے دور کی تالیف ہے، عدم بصارت کے وقت کا املاء نہیں۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ پوری کتاب میں ایسا کوئی لفظ یا تعبیر نہیں آئی، جس میں مصنف کے بصارت سے محروم ہونے یا کسی اور بڑی بیماری کی بات یا اس کا اشارہ بھی ہو، اس لئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ بستان المحدثین، شاہ صاحب نے اپنی صحت وسلامتی کے دور میں، خود تحریر فرمائی تھی، آنکھوں سے معذوری کی وجہ سے املاء کی بات درست نہیں۔

زمانۂ تالیف

بستان المحدثین کس وقت، کس سنہ میں لکھی گئی، شاہ صاحب نے اس کا تذکرہ نہیں کیا، بستان المحدثین نیز اس کے علاوہ شاہ صاحب کی جو اور تصانیف، مؤلفات ورسائل، مکتوبات وتحریرات دریافت ہیں، جہاں تک مجھے معلوم ہے ان میں سے کسی میں بھی اس کی صراحت نہیں۔اطہر عباس رضوی صاحب نے حضرت شاہ عبدالعزیز پر اپنی کتاب میں، بستان المحدثین کو ۱۲۰۱ھ کی تالیف

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بتایا ہے:

The Bustan al Muhaddithin

Completed by Shah abd al aziz in

1201/1786-87 (۳۸)

مگر اس کے لئے کسی مأخذ کا حوالہ نہیں دیا، میرے خیال میں یہ بات صحیح نہیں، اس لئے کہ اس وقت تک دریافت، بستان کے کسی خطی نسخہ یا متعلقہ تحریرات میں اس کا تذکرہ نہیں ملا۔

مآخذومراجع

حضرت شاہ صاحب نے بستان المحدثین میں اس کا پورا خیال فرمایا ہے، کہ اس کے مندرجات واطلاعات نہایت ثقہ ہوں، معتبر ذرائع سے لئے گئے ہوں، جو باوزن اور پوری طرح لائق اعتماد ہوں، اسی لئے حضرت شاہ صاحب کے بنیادی مراجع، طبقات وسیر محدثین کی معتبر ترین کتابیں ہیں۔ اگرچہ شاہ صاحب اس دور کے علماء اور مصنفین کی طرح اپنے تمام مراجع کی صراحت نہیں فرماتے اور اپنے سامنے موجود نسخہ کے تعارف پر توجہ بھی نہیں دیتے، لیکن جب ان کی قدیم، جلیل القدر علماء کی کتابوں اور مراجع سے، مراجعت ومطابقت کی جاتی ہے، تو بہت کم فرق ملتا ہے۔

شاہ صاحب کے مراجع کی تفصیل طویل ہے، بستان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کے ذریعہ اطلاع و معلومات میں، امام ذہبی [شمس الدین محمد بن قائماز وفات: ۷۴۸ھ/ ۱۳۴۸ء] کی تصانیف بنیادی آخذ ہیں، **تذکرۃ الحفاظ** اور **سیر اعلام النبلاء** خاص طور سے سامنے ہیں، لیکن ایسی بڑی اور مختلف طبقات ونوعیّتوں پر تقسیم کتابوں سے ایسا استفادہ، کس طرح ہوا کہ جو اطلاع، فقرہ یا جملہ جہاں سے چاہیں، اٹھائیں اور اپنی اس تصنیف میں شامل کرلیں، ان کے علاوہ طبقات علماء اور محدثین پر کتابوں کا، ایک بڑا ذخیرہ شاہ صاحب کے سامنے ہے، جس سے وہ پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس کا جوہر، بستان المحدثین میں شامل فرمالیتے ہیں۔

...............حواشی...............

(۳۳) یہ نسخہ اس لحاظ سے بھی قابل ذکر ہے کہ اس پر مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی نے، اپنے استاد حدیث [مولانا شاہ حلیم عطاء] کے افادات بھی قلم بند کردیئے ہیں، مگر حضرت مولانا کے یہ افادات کہیں مرتب نہیں ہوئے، ضرورت ہے، کہ ان کو محفوظ کرکے شائع کیا جائے۔

(۳۴) عجالۂ نافعہ حضرت شاہ عبدالعزیز ص:۳۰، مطبع مصطفائی کانپور، طبع اول: ۱۲۵۵ھ

(۳۵) عجالہ نافعہ ص:۵، [طبع اول: ۱۲۵۵ھ]

(۳۶) عجالہ نافعہ کا قدیم ترین اور معتبر ترین قلمی نسخہ، جو میری نظر سے گذرا ہے، مدرسہ صولتیہ میں تھا، جو حضرت شاہ محمد اسحاق کے نسخہ سے نقل ہوا تھا، اب تو مدرسہ صولتیہ ہی نہیں رہا، نسخہ کا کیا تذکرہ۔

عجالہ نافعہ کا ایک اور خطی نسخہ، جو محمد افضل بن فضل کے قلم سے ۱۲۵۳ھ میں نقل ہوا تھا، اسلامک انسٹی ٹیوٹ، تغلق آباد، دہلی کی لائبریری میں تھا۔

(۳۷) بستان المحدثین ص:۲، فارسی طبع اول ۱۲۷۰ھ لاہور

(۳۸) ص:۱۴۳، اطہر عباس رضوی صاحب [لاہور: ۲۰۰۴ء]

Shah Abdul aziz

Puritanism, Sectarian, Polemics and Jihad

[جاری......]

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں سے

کالج اور یونیورسٹی کے مسلم اساتذہ کی ذمہ داریاں

آخری قسط

پروفیسر محسن عثمانی ندوی

اس مضمون میں جس اہم ترین کام یعنی تحقیق وتصنیف کی طرف توجہ دلائی گئی ہے وہ نہ سہی، زیادہ تر اساتذہ اپنے عہدہ کا حق بھی نہیں ادا کرتے ہیں، کبھی کوئی مضمون تک نہیں لکھتے، محنت سے جی چراتے ہیں، کتابوں کے پڑھنے لکھنے سے مکمل کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں، وہ اس گائے کے مانند ہیں جو نہ دودھ دیتی ہے نہ بچہ دیتی ہے۔ شعبہ عربی کے بھی ایسے مسلم اساتذہ ہیں جو قحط الرجال میں بس غنیمت کہے جاسکتے ہیں۔ دہلی یونیورسٹی کے شعبہ عربی کے پروفیسر محمد نعمان خان نے قدیم ہندوستانی تاریخ پر ایک کتاب کا انگریزی سے عربی میں ترجمہ کیا ہے، جے این یو کے پروفیسر احسان الرحمٰن نے بعض ہندوستانی کہانیوں کے عربی ترجمے کیے، ڈاکٹر قمر شعبان، پروفیسر مجیب الرحمٰن، پروفیسر قطب الدین کے بہت سے کام قابل قدر ہیں، یہ سب مدرسہ کا بیک گراؤنڈ رکھتے ہیں، پروفیسر ثناء اللہ ندوی نے بلند معیار کے علمی کام عربی، اردو اور انگریزی تینوں زبانوں میں کیے ہیں، ڈاکٹر مظفر عالم نے ہندوستان میں غیر مسلموں کی عربی خدمات پر انگریزی میں اچھی کتاب لکھی، کلکتہ کی ایک یونیورسٹی کے عربی کے استاد معراج احمد ندوی نے عرب دنیا کے عربی اخبارات میں مسلسل مضامین لکھے ہیں اور مسلسل لکھ رہے ہیں اور ایک اچھا نمونہ تمام عربی شعبہ کے اساتذہ کے لئے پیش کیا ہے۔

ڈاکٹر انظر ندوی نے خودنوشت سوانح عمریوں پر عربی میں کتاب لکھی ہے، انہوں نے ایک اور اچھی کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے: جهود الكتاب المصرين في السيرة النبوية ، ڈاکٹر ولی اختر ندوی کی انگریزی میں کتاب عربی گرامر پر، پروفیسر حبیب اللہ کی کتاب انگریزی عربی ترجمہ پر، ڈاکٹر اقبال حسین کی کتاب عربی تنقید پر، مسعود الرحمٰن خان ندوی کا کام ابن کثیر پر، ایک دو نام اور مشکل سے لئے جاسکتے ہیں، جیسے پروفیسر سعود عالم قاسمی انہوں نے علمی کام بھی کیا ہے اور ملت اسلامیہ کے مسائل سے ان کی گہری عملی وابستگی ہے۔ جامعہ ملیہ، جواہر لال نہرو یونیورسٹی، بنارس ہندو یونیورسٹی کے ایک دو استاذ ہیں جنہوں نے قلم کی آبرو باقی رکھی ہے، لیکن یہ سارے کام معیار اور مقدار کے لحاظ سے اتنے کم ہیں کہ نہ ہونے کے برابر ہیں، پھر ان سے ذوق علم وتحقیق کی خوشبو نہیں آتی ہے، کوئی پرواز فکر نہیں، بعض کتابوں کو دیکھ کر اور پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ وہ انٹرویو میں پیش کرنے کے لئے یا صدر جمہوریہ جیسا کوئی ایوارڈ حاصل کرنے کے لئے بہت مختصر تعداد میں شائع کی گئی ہیں، یا کوئی پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے جسے شائع کر دیا گیا ہے۔

کسی شعبہ عربی کے کسی استاذ نے علمی دنیا میں وہ مقام حاصل نہیں کیا ہے جو مثال کے طور پروفیسر خورشید احمد فارق کو حاصل تھا، یا (عربی کے سابق پروفیسر) مولانا سعید احمد اکبرآبادی کو، یا علامہ عبدالعزیز میمن کو، یا نثار احمد فاروقی کو، یا پروفیسر مختار الدین آرزو کو، یا پروفیسر عبدالحلیم ندوی کو، یا علامہ ابومحفوظ الکریم المعصومی (مدرسہ عالیہ کلکتہ اب عالیہ یونیورٹی) کو، یا علی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

گڑھ کے پروفیسر یاسین مظہر صدیقی ندوی (شعبہ اسلامک اسٹڈیز) کو، یا پروفیسر عرفان حبیب کو، یا خلیق احمد نظامی کو حاصل تھا، یا پروفیسر عبدالرحیم قدوائی، یا حکیم سید ظل الرحمٰن کو، یا پروفیسر افضل وانی، یا پروفیسر زیڈ ایم خان کو حاصل ہے۔ یہ نام علیٰ سبیل المثال ہیں نہ کہ علی سبیل الحصر۔ یہ لوگ سچ سچ اہل علم تھے، اہل ادب و تحقیق تھے، ان کی کتابوں سے عقل وفکر کو غذا ملتی تھی اور علم وآگہی کی دنیا میں اضافہ ہوتا تھا۔

بات صرف سمجھانے کے لئے بطور مثال عرض کرتا ہوں کہ جامعہ ملیہ کے پروفیسر ڈاکٹر عابد حسین کی کتاب ''قومی تہذیب کا مسئلہ'' یا ان کی کتاب ''ہندوستانی مسلمان، آئینہ ایام میں'' کوئی شخص پڑھ لے، وہ محسوس کرے گا کہ وہ بڑے مفکر اور دانشور اور ادیب کی کتاب پڑھ رہا ہے، یہ احساس یونیورسٹی کے موجودہ مسلم اساتذہ کی کتابوں کے پڑھنے سے نہیں ہوتا ہے، کوئی ایک شخص بھی نہیں جس کی کتاب اسلوب کی دل کشی میں ''آندھی میں چراغ'' کے مانند ہو، کچھ کتابیں لکھی گئی ہیں، لیکن ہر کتاب حسن اظہار سے اور بلند افکار سے خالی ہے، کتاب میں حسن ادا نہیں، حسن تخیل نہیں، نہ آرائش خیال نہ ذوق جمال، نہ فکر کی رفعت نہ مطالعہ کی وسعت، نہ شعروادب سے واقفیت، نہ اسلوب کی دل کشی، نہ بیان کی رعنائی۔ ایسی اندھیری رات ہے جس میں نئے خیال کے جگنو چمکتے نظر نہیں آتے، جس میں جدت افکار کی چمبیلیاں اور رات کی رانیاں فکر وخیال کو خوشبودار نہیں بناتیں، پہلے یونیورسٹی کے جو عربی کے اساتذہ تھے، ان کی جدید عربی انشا کی مشق کسی قدر کمزور ضرور ہوتی تھی لیکن وہ علمی اور ادبی کام زیادہ کرتے تھے، آج مالی فائدہ کے لئے عربی انشا کی مشق بہتر ہوگئی ہے، لیکن علمی، ادبی اور تحقیقی کام بالکل غائب ہوگیا ہے، پروفیسر زبیر احمد فاروقی اپنے ادبی مذاق، اعلی ذوق، عجم کی حسن طبیعت، عربوں کی طرح زبان دانی پر قدرت کی وجہ سے اردو یا عربی میں کسی قابل مطالعہ دلکش تصنیف پر قادر تھے، لیکن وہ اس صحت مند انسان کے مانند بن گئے، جسے کوئی ایسا عارضہ لاحق ہوجائے جو اسے ہر تعمیری اور تخلیقی ادبی کام سے روک دے۔ آخر کوئی حُبّ مال سے کیسے بچے کہ دل ہے، اس روگ سے بچنا مشکل ہے اور یہ روگ سم قاتل ہے۔

عام طور پر عربی کے اساتذہ پر علمی مُردنی چھائی رہتی ہے۔ کوئی اچھی کتاب نہیں، کسی بھی شعبہ عربی کو دیکھئے وہاں زندگی سے اور حالات حاضرہ سے کسی استاذ کا کوئی تعلق نظر نہیں آئے گا، نہ ان کو اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داری کا کوئی احساس ہوگا، نہ کسی تحریک اور کام سے وابستگی نظر آئے گی۔

فرقہ وارانہ فساد ہوں تو ہوا کریں، مسلمانوں کا پرسنل لا ختم کیا جارہا ہو تو میری بلا سے، اردو زبان اور عربی زبان اور مسلم تہذیب کو حرف غلط کی طرح مٹایا جارہا ہو اور مسلم تاریخ کو بدلنے کی کوشش ہو رہی ہو، مسلمانوں کو انتقامی کاروائی کا نشانہ بنایا جارہا ہو، مکانات بلڈوزر سے منہدم کئے جارہے ہوں، ہندوستان کو اسپین بنانے کی تیاری ہورہی ہو، تو یونیورسٹی کے یہ مسلم اساتذہ ساحل کے تماشائی بنے رہتے ہیں، نہ وہ سوچتے ہیں نہ ان موضوعات پر وہ لکھتے ہیں، جیسے حق بات کہنے اور ظلم کو مٹانے کی ان کی ذمہ داری ہی نہیں ہے، البتہ پروفیسر اختر الواسع نے بہت اچھا نمونہ پیش کیا ہے، مختلف موضوعات پر ان کی تحریریں اخبارات میں شائع ہوتی ہیں، انہوں نے یونیورسٹی کے اساتذہ کو بتایا ہے کہ ان کو ایک گونگے اور بہرے کی طرح نہیں بیٹھنا چاہئے، انصاف کے لئے ان کو آواز بلند کرنی چاہئے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حق اور انصاف کے لئے بولنا اور لکھنا اور ظلم کا مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں کودنا آتش نمرود میں کودنا ہے، یہ بلند مقام تو مدرسہ کے فارغین اور تنظیموں کے قائدین کو حاصل ہے، لیکن یونیورسٹی کی اونچی اونچی تنخواہوں سے فیض یاب ہونے والے اساتذہ کو صرف اپنی تنخواہوں سے غرض ہے، ایسا لگتا ہے کہ بستی میں آگ لگ چکی ہے اور یہ حضرات کسی درخت یا دیوار کے سایہ میں آرام کررہے ہیں یا بانسری بجارہے ہیں۔ ان کا کوئی قابل ذکر علمی کام بھی سامنے نہیں آتا ہے، نہ ملت

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کی کسی سرگرمی میں وہ شریک ہوتے ہیں نہ کسی مسلم تنظیم کے کسی پروگرام میں ان کی شرکت ہوتی ہے، جیسے اسلام اور مسلمانوں کی خبری گیری کی ان پر کوئی ذمہ داری عائد ہی نہیں ہوتی ہے۔ انہیں اس کا علم ہوگا کہ اساتذہ اور اہل دانش پر کوئی قانونی پابندی نہیں ہے۔ بے ضرورت احتیاط وہ ''وہن'' ہے جو دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے اور انسانوں کو بیکار اور بے اعتبار کر دیتا ہے، اور انسان کو خس و خاشاک کی طرح بے وقعت بنا دیتا ہے۔

یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کے لئے جو زیادہ تر موضوعات اختیار کئے جاتے ہیں ان کی کوئی اہمیت نہیں اور طالب علم کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے، ایسا لگتا ہے کہ فکر کے سوتے خشک ہو گئے ہیں، زیادہ تر جامعات کے مسلم اساتذہ تو اردو اخبار، اردو رسالہ تک نہیں خریدتے ہیں، وہ کوئی اردو کتاب بھی خرید کر نہیں پڑھتے ہیں، کوئی بہت اہم کتاب شائع ہوتی ہے تو ان کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی ہے، جیسے اردو سے اور کتاب سے ان کا کوئی رشتہ ہی نہیں ہے۔ اگر کچھ نہیں وہ صرف دہلی سے شائع ہونے والے رسالہ ''اردو بک ریو'' کو اپنے نام جاری کروالیں تو اردو کے پرنٹ میڈیا کے احوال وکوائف اور مطبوعات سے اور وفیات کی خبروں سے وہ باخبر رہیں۔ یہ وہ رسالہ ہے جس کی کوئی نظیر نہیں۔ یونیورسٹی کے مسلم اساتذہ میں سے شاید ہی دو چار کے پاس یہ رسالہ آتا ہوگا۔

مسلم اساتذہ میں بے دانشی ہی نہیں کور ذوقی اور شوق مطالعہ سے محرومی بھی عام ہے، بہت کم لوگ ہیں جنہیں پروفیسر عبدالحق کا، یا شمیم حنفی کا، یا نثار احمد فاروقی یا خلیق احمد نظامی کا یا ضیاء الحسن فاروقی کا علمی ادبی ذوق نصیب ہے۔ پہلے زمانہ میں جن شخصیتوں نے مدرسہ میں تعلیم حاصل کی اس کے بعد یونیورسٹیوں میں گئے انہوں نے علم وتحقیق کی دنیا میں بڑا نام پیدا کیا، ان میں مولانا مناظر احسن گیلانی اور مولانا عبدالباری ندوی کے نام بھی ہیں، جو عثمانیہ یونیورسٹی میں تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے، ان حضرات نے جو کتابیں لکھیں ان کی گونج آج تک باقی ہے، مولانا عبدالباری ندوی کی کتاب ''مذہب اور سائنس'' وہ کتاب ہے جس سے بہتر کتاب اس موضوع پر مشکل سے ملے گی، اور بھی کئی نام ہیں۔ ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی نے معاشیات اور پھر اسلامک اسٹڈیز کے شعبہ میں اپنی جگہ بنائی اور ایسی اعلی درجہ کی کتابیں تصنیف کیں کہ انہیں فیصل ایوارڈ ملا۔ ڈاکٹر علی احمد ندوی بھی ایک سعودی یونیورسٹی سے وابستہ ہیں فقہ کے موضوع پر ان کی کتاب ''القواعد الفقہیہ'' کو فیصل ایوارڈ ملا، مدرسہ کے فضلاء جو یونیورسٹیوں میں داخل ہوئے اور جنہوں نے بڑا علمی اور عظیم الشان کام اردو، عربی اور انگریزی میں انجام دیا، ان میں سرفہرست ڈاکٹر محمد اکرم ندوی ہیں، جو آکسفورڈ یونیورسٹی میں ہیں اور بے شمار علمی کتابوں کے مصنف ہیں، یونیورسٹی کے مسلم اساتذہ کی زبوں حالی اور بے توفیقی کو نگاہ میں رکھتے ہوئے، ڈاکٹر اکرم ندوی کے کاموں کو دیکھ کر اقبال کا یہ شعر زبان پر آتا ہے:

یہ کلی بھی اس گلستان خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی

یونیورسٹی کے اساتذہ کے حلقہ کے لئے ایک آئیڈیل نام پروفیسر عبدالرحمٰن مومن کا ہے جو بمبئی یونیورسٹی میں سماجیات کے شعبہ میں استاد تھے، جنہوں نے ڈاکٹر حمید اللہ پر اعلی درجہ کی کتاب اردو میں لکھی، پھر ڈاکٹر رفیق زکریا کی طرح بے شمار کتابیں انگریزی میں لکھیں، نگاہیں ایسے گوہر نایاب کو ڈھونڈھتی ہیں۔ ایسا ہی ایک نام پروفیسر عبدالمغنی کا بھی تھا جنہوں نے مدرسہ میں تعلیم حاصل کی پھر پٹنہ یونیورسٹی میں انگریزی کے طالب علم اور استاد ہوئے، جنہوں نے اردو اور انگریزی میں علمی، ادبی اور فکر انگیز لٹریچر تیار کیا، قرآن مجید کا بھی انگریزی میں ترجمہ کیا جو ابھی شائع نہیں ہو سکا ہے، مولانا ابو محفوظ الکریم المعصومی نے اس مدرسہ میں پڑھایا جو اب عالیہ یونیورسٹی ہے، پروفیسر عبدالعزیز میمنی نے ان کی تحقیقات کی تعریف کی ہے، عربی کے نادر مخطوطات پر ان کا کام

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہے، مولانا تقی الدین ندوی بھی امارات کی یونیورسٹی میں استاذ ہیں، حدیث اور سیرت نبوی پر ان کا گراں مایہ تحقیقی کام ہے مولانا عبد اللہ عباس ندوی کے علمی کاموں کا اعتراف کیا گیا ہے، وہ امّ القری یونیورسٹی میں استاذ تھے۔ ملیشیا کی اسلامی یونیورسٹی کے استاد عبد الماجد غوری ندوی نے بہت بڑا علمی ذخیرہ تیار کر دیا ہے، علم حدیث پر اور اقبالیات پر ان کی بیش بہا کتابیں ہیں اور سب عربی زبان میں ہیں، ہندوستان میں پروفیسر عبید اللہ فہد فلاحی نے بھی اچھا کام کیا ہے یہ بھی مدرسہ سے آئے ہیں اور یونیورسٹی میں استاد ہیں، یہ سارے نام تقریب الی الفہم کے لئے ہیں اور بھی نام ہو سکتے ہیں کسی کو شکایت نہیں ہونی چاہئے ہر ایک کو اپنی منصبی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہئے۔

راقم سطور کو مختلف یونیورسٹیوں کے کیمپس کو دیکھنے کا اور مسلم اساتذہ سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے، بہت سی یونیورسٹیوں کی عمارتیں بہت شاندار، کہیں کوہسار کا منظر کہیں چمن بندی بہت دلکش، کہیں سمندر کا کنارہ، کہیں باغ وراغ کا نظارہ، لیکن اگر اساتذہ کے علمی کاموں اور تصنیفات کے بارے میں دریافت کیجئے، تو اقبال کا مصرعہ زبان پر آتا ہے:

تیرے محیط میں کہیں گوہر زندگی نہیں

خاص طور پر یونیورسٹی کے ان اساتذہ کو کیا ہو گیا ہے جو دینی مدارس سے آئے ہیں، ان کے نشتر علم تحقیق کو زنگ کیوں لگ گیا ہے، نہ کوئی علمی کام، نہ حالات حاضرہ سے متعلق کوئی فکری رہنمائی، کہیں کوئی زندگی نہیں، قبرستان کا سناٹا ہے، اب افسوس کسی یونیورسٹی سے جوئے حیات ابلتی نہیں ہے، نہ کہیں درد و سوز ہے نہ بحر کی موجوں میں اضطراب ہے، نہ کہیں علم کا ساز ہے نہ ادب کی آواز ہے، نہ کوئی خیال نو، نہ جرأت اندیشہ، نہ ترقی و تعمیر کا منصوبہ، نہ کوئی بصیرت افروز رہنمائی، نہ فساد اور انتشار کی قوتوں سے نبرد آزمائی، نہ کوئی تدبیر نہ کوئی تحریر، نہ کوئی عزم وارادہ، نہ کوئی منزل نہ کوئی جادہ۔ نہ احساس زیاں نہ خیال متاع کارواں، نہ فکر امروز نہ غم فردا، بس جمود در کود وخمود، بے حسی مردنی اور کتاب وقلم سے بیگانگی، اور اسمارٹ فون کے ساتھ یگانگی اور دیوانگی، کبھی کبھی کوئی سمینار شعبہ میں صرف اس لئے منعقد ہو جاتا ہے کہ اس کے لئے یونیورسٹی میں گرانٹس کی سہولت موجود ہے، اور اساتذہ کے لئے سیر وسفر کا بہانہ ہوتا ہے، اس سے کوئی علمی ارتقا مقصود نہیں ہوتا ہے۔ اگر علمی ارتقاء مقصود ہوتا تو اساتذہ علمی، ادبی، فکری کام بھی کرتے اور یہ کام آسمان علم وادب پر جگمگاتے ہوئے تاروں کی طرح نظر آتے، بعض اساتذہ کی شخصیت حیوان ناطق کے بجائے حیوان کاسب (کمانے والا جانور) کی مصداق بن گئی ہے۔ بعض اساتذہ تو معمولی درجہ کے غیر علمی کاروباری نوعیت کے ترجمہ کے کاموں کے لئے زندگی وقف کر دیتے ہیں، اور کون بنتا ہے کروڑ پتی کی ریس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ قابل ذکر علمی ادبی اور تحقیقی کام نہیں کر سکتے ہیں، تو مسلمانوں کی ترقی اور کامرانی کی کوشش کر سکتے ہیں، اسکول اور کالج قائم کرنے کی کم از کم فکر انہیں ہونی چاہئے کہ یہ بھی بہت بڑی ملی اور سماجی خدمت ہے، اور ملت کی تعمیر وترقی کے لئے یہ ضروری اور بہت زیادہ ضروری کام ہے، اساتذہ کی تنظیم قائم کر کے وہ بہت سے رفاہی اور فلاحی کام انجام دے سکتے ہیں۔

یونیورسٹیوں کے مسلم اساتذہ کو (سپاہ شکستہ گاں کو لشکریانِ کشتہ گاں کو) اقبال کے الفاظ میں یہ کہنے کا جی چاہتا ہے:

کچھ قدر اپنی تو نے نہ جانی
یہ بے سوادی یہ کم نگاہی

[ختم شد]

ہر شی مسافر ، ہر چیز راہی
کیا چاند تارے ، کیا مرغ و ماہی
تو مرد میداں ، تو میر لشکر
نوری حضوری تیرے سپاہی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

جھوٹ معاشرہ کو تباہ و برباد کرتا ہے

مولانا خورشید عالم داؤد قاسمی

سب جانتے ہیں کہ بے بنیاد باتوں کو لوگوں میں پھیلانے، جھوٹ بولنے اور افواہ کا بازار گرم کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ ہاں! اتنی بات تو ضرور ہے کہ یہی جھوٹ، چاہے جان کر ہو، یا اَنجانے میں ہو، کتنے لوگوں کو ایک آدمی سے بدظن کر دیتا ہے، لڑائی، جھگڑا اور خون وخرابہ کا ذریعہ ہوتا ہے، کبھی تو بڑے بڑے فساد کا سبب بنتا ہے اور بسا اوقات پورے معاشرے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔ جب جھوٹ بولنے والے کی حقیقت لوگوں کے سامنے آتی ہے، تو وہ بھی لوگوں کی نظر سے گر جاتا ہے، اپنا اعتماد کھو بیٹھتا ہے اور پھر لوگوں کے درمیان اس کی کسی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

جھوٹ کیا ہے؟

لفظ جھوٹ کو عربی زبان میں ''کذب'' کہتے ہیں۔ خلافِ واقعہ کسی بات کی خبر دینا، چاہے وہ خبر دینا جان بوجھ کر ہو، یا غلطی سے ہو، جھوٹ کہلاتا ہے۔ (المصباح المنیر) اگر خبر دینے والے کو اس بات کا علم ہو کہ یہ جھوٹ ہے، تو وہ گنہگار ہوگا، پھر وہ جھوٹ اگر کسی کے لیے ضرر کا سبب بنے، تو یہ گناہِ کبیرہ میں شمار کیا جائے گا، ورنہ تو گناہِ صغیرہ ہوگا۔

قرآن کریم میں جھوٹوں کا انجام

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انسان کوئی بات بلاتحقیق کے اپنی زبان سے نہ نکالے، اگر وہ ایسا کرتا ہے، تو پھر اس کی جواب دہی کے لیے تیار رہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

''وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (سورۃ الاسراء:۳۶)

ترجمہ: ''اور جس بات کی تحقیق نہ ہو اس پر عمل درآمد مت کیا کر، کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے اس سب کی پوچھ ہوگی۔''

آیت مذکورہ کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یعنی بے تحقیق بات زبان سے مت نکال، نہ اس کی اندھا دھند پیروی کر، آدمی کو چاہیے کہ کان، آنکھ اور دل و دماغ سے کام لے کر اور بقدرِ کفایت تحقیق کر کے کوئی بات منہ سے نکالے یا عمل میں لائے، سنی سنائی باتوں پر بے سوچے سمجھے یوں ہی اٹکل پچو کوئی قطعی حکم نہ لگائے یا عمل درآمد شروع نہ کر دے۔ اس میں جھوٹی شہادت دینا، غلط تہمتیں لگانا، بے تحقیق چیزیں سن کر کسی کے درپے آزار ہونا، یا بغض و عداوت قائم کر لینا، باپ دادا کی تقلید یا رسم و رواج کی پابندی میں خلافِ شرع اور ناحق باتوں کی حمایت کرنا، اَن دیکھی، یا اَن سنی چیزوں کو دیکھی یا سنی ہوئی بتلانا، غیر معلوم اشیاء کی نسبت دعویٰ کرنا کہ میں جانتا ہوں، یہ سب صورتیں اس آیت کے تحت میں داخل ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت کے دن تمام قویٰ کی نسبت سوال ہوگا کہ ان کو کہاں کہاں استعمال کیا تھا؟ بے موقع تو خرچ نہیں کیا؟'' (تفسیر عثمانی)

انسان جب بھی کچھ بولتا ہے تو اللہ کے فرشتے اسے نوٹ کرتے رہتے ہیں، پھر اسے اس ریکارڈ کے مطابق اللہ کے سامنے قیامت کے دن جزا و سزا دی جائے گی، اللہ کا فرمان ہے:

''مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (سورہ ق:۱۸)

ترجمہ: وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا، مگر اس کے پاس ہی ایک تاک لگانے والا تیار ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

یعنی انسان کوئی کلمہ جسے اپنی زبان سے نکالتا ہے، اُسے یہ نگراں فرشتے محفوظ کرلیتے ہیں۔ یہ فرشتے اس کا ایک ایک لفظ لکھتے ہیں، خواہ اس میں کوئی گناہ یا ثواب اور خیر یا شر ہو یا نہ ہو۔

امام احمدؒ نے بلال بن حارث مزنیؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انسان بعض اوقات کوئی کلمہ خیر بولتا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے، مگر یہ اس کو معمولی بات سمجھ کر بولتا ہے، اس کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ اس کا ثواب کہاں تک پہنچا کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنی رضاءِ دائمی قیامت تک کی لکھ دیتے ہیں۔ اسی طرح انسان کوئی کلمہ اللہ کی ناراضی کا (معمولی سمجھ کر) زبان سے نکال دیتا ہے، اس کو گمان نہیں ہوتا کہ اس کا گناہ و وبال کہاں تک پہنچے گا؟ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس شخص سے اپنی دائمی ناراضی قیامت تک کے لیے لکھ دیتے ہیں۔''

(ابن کثیر، تلخیص، از: معارف القرآن، ج:۸، ص:۱۴۳)

جھوٹ بولنا گناہِ کبیرہ ہے اور یہ ایسا گناہِ کبیرہ ہے کہ قرآن کریم میں، جھوٹ بولنے والوں پر اللہ کی لعنت کی گئی ہے :

فَنَجعَل لَّعنَةَ اللهِ عَلَى الكَاذِبِينَ' سورہ آلِ عمران:۶۱)

ترجمہ: ''ہم لعنت کریں اللہ کی اُن پر جو کہ جھوٹے ہیں۔''

حدیث شریف میں جھوٹ کی مذمّت

جیسا کہ مندرجہ بالا قرآنی آیات میں جھوٹ اور بلا تحقیق کسی بات کے پھیلانے کی قباحت و شناعت بیان کی گئی ہے، اسی طرح احادیثِ مبارکہ میں بھی اس بدترین گناہ کی قباحت و شناعت کھلے عام بیان کی گئی ہے۔ ہم ذیل میں چند احادیث مختصر وضاحت کے ساتھ پیش کرتے ہیں:

ایک حدیث میں یہ ہے کہ جھوٹ اور ایمان جمع نہیں ہوسکتے، لہٰذا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کو ایمان کا منافی عمل قرار دیا ہے۔ حدیث ملاحظہ فرمائیے:

''عَن صَفوَانَ بنِ سُلَيمٍ -رَضِيَ اللهُ عَنهُ- اَنَّهُ قِيلَ لِرَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ-: اَيَكُونُ المومِنُ جَبَاناً؟ فَقَالَ: "نَعَم." فَقِيلَ لَهُ: اَيَكُونُ المومِنُ بَخِيلاً؟ فَقَالَ: "نَعَم" فَقِيلَ لَهُ: اَيَكُونُ المُومِنُ كَذَّاباً؟ فَقَالَ: "لا" (مؤطا امام مالک، حدیث: ۳۶۳۰/۸۲۴)

ترجمہ: ''حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ –بیان کرتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ''ہاں'' پھر سوال کیا گیا: کیا مسلمان بخیل ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ''ہاں۔'' پھر عرض کیا گیا: کیا مسلمان جھوٹا ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: نہیں۔ (صاحب ایمان جھوٹ نہیں بول سکتا)۔''

ایک حدیث میں جن چار خصلتوں کو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے نفاق کی علامات قرار دیا ہے، ان میں ایک جھوٹ بولنا بھی ہے، لہٰذا جو شخص جھوٹ بولتا ہے، وہ خصلتِ نفاق سے متصف ہے:

''اَربَعٌ مَن كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَن كَانَت فِيهِ خَصلَةٌ مِنهُنَّ كَانَت فِيهِ خَصلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا: إِذَا أُوتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ.'' (صحیح بخاری، حدیث:۳۴)

ترجمہ: ''جس میں چار خصلتیں ہوں گی، وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں ان خصلتوں میں کوئی ایک خصلت پائی جائے تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے، تا آں کہ وہ اسے چھوڑ دے: جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو دھوکہ دے اور جب لڑائی جھگڑا کرے تو گالم گلوچ کرے۔''

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے، تو رحمت کے فرشتے اس سے ایک میل دور ہوجاتے ہیں:

''إِذَا كَذَبَ العَبدُ تَبَاعَدَ عَنهُ المَلَكُ مِيلًا مِن نَتنِ مَاجَاءَ بِهِ.'' (سنن ترمذی:۱۹۷۲)

ترجمہ: ''جب آدمی جھوٹ بولتا ہے تو اس سے جو بدبو آتی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہے اس کی وجہ سے فرشتہ اس سے ایک میل دور ہو جاتا ہے۔''

ایک حدیث میں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کو فسق وفجور اور گناہ کی طرف لے جانے والی بات شمار کیا ہے:

''..... إِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِىْ إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِىْ إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّابًا۔'' (صحیح بخاری، حدیث:۶۰۹۴)

ترجمہ: ''.....یقیناً جھوٹ برائی کی رہنمائی کرتا ہے اور برائی جہنم میں لے جاتی ہے اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے، تا آں کہ اللہ کے یہاں کذّاب (بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا) لکھا جاتا ہے

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں جھوٹ بولنے کو بڑی خیانت قرار دیا ہے۔ خیانت تو خود ہی ایک مبغوض عمل ہے، پھر اس کا بڑا ہونا یہ کتنی بڑی بات ہے!:

''كَبُرَتْ خِيَانَةً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاكَ حَدِيْثًا هُوَ لَكَ بِهٖ مُصَدِّقٌ، وَاَنْتَ لَهٗ بِهٖ كَاذِبٌ'' (سنن ابوداود، حدیث:۴۹۷۱)

ترجمہ: ''یہ ایک بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے ایسی بات بیان کرو، جس حوالے سے وہ تجھے سچا سمجھتا ہے، حال آں کہ تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو۔''

ایک حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کو کبیرہ گناہوں میں بھی بڑا گناہ شمار کیا ہے:

''عَنْ اَبِىْ بَكْرَةَ –رَضِىَ اللهُ عَنْهُ– قَالَ: قَالَ النَّبِىُّ –صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ–: "اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟" ثَلَاثًا، قَالُوْا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللهِ! قَالَ: "اَلْإِشْرَاكُ بِاللهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ –وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ– اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ" قَالَ: فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا: لَيْتَهٗ سَكَتَ۔'' (صحیح بخاری، حدیث:۲۶۵۴)

''حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں وہ گناہ نہ بتلاؤں جو کبیرہ گناہوں میں بھی بڑے ہیں؟ تین بار فرمایا۔ پھر صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: ہاں! اے اللہ کے رسول!۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (تکیہ پر) ٹیک لگائے ہوئے تھے، پھر فرمایا: ''خبردار! اور جھوٹ بولنا بھی (کبیرہ گناہوں میں بڑا گناہ ہے)''

صرف یہی نہیں کہ ایسا جھوٹ جس میں فساد و بگاڑ اور ایک آدمی پر اس جھوٹ سے ظلم ہو رہا ہو، وہی ممنوع ہے، بلکہ لطف اندوزی اور ہنسنے ہنسانے کے لیے بھی جھوٹ بولنا ممنوع ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''وَيْلٌ لِّلَّذِىْ يُحَدِّثُ بِالْحَدِيْثِ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ فَيَكْذِبُ، وَيْلٌ لَهٗ، وَيْلٌ لَهٗ (ترمذی، حدیث:۲۳۱۵)

ترجمہ: ''وہ شخص برباد ہو جو ایسی بات بیان کرتا ہے، تاکہ اس سے لوگ ہنسیں، لہٰذا وہ جھوٹ تک بول جاتا ہے، ایسے شخص کے لیے بربادی ہو، ایسے شخص کے لیے بربادی ہو۔''

جھوٹ بولنا حرام ہے

شریعتِ مطہرہ اسلامیہ میں جھوٹ بولنا اکبر کبائر (کبیرہ گناہوں میں بھی بڑا گناہ) اور حرام ہے، جیسا کہ قرآن واحادیث کی تعلیمات سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''إِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِآيَاتِ اللهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَاذِبُوْنَ'' (سورۃ النحل:۱۰۵)

ترجمہ: ''پس جھوٹ افترا کرنے والے تو یہ ہی لوگ ہیں، جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور یہ لوگ ہیں پورے جھوٹے'

ایک دوسری جگہ ارشادِ خداوندی ہے:

''وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلَالٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ، لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ'' (سورۃ النحل:۱۱۶)

ترجمہ: ''اور جن چیزوں کے بارے میں محض تمہارا جھوٹا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

زبانی دعویٰ ہے، ان کی نسبت یوں مت کہہ دیا کرو کہ فلانی چیز حلال ہے اور فلانی چیز حرام ہے، جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگادو گے، بلا شبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ لگاتے ہیں، وہ فلاح نہ پاویں گے۔''

چند مواقع پر جھوٹ کی اجازت

شیخ الاسلام ابو زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف نوویؒ (۶۳۱-۶۷۶ھ) اپنی مشہور کتاب: ''ریاض الصّالحین'' میں ''باب بیان مایجوزمن الکذب'' کے تحت رقم طراز ہیں:

''آپ جان لیں کہ جھوٹ اگر چہ اس کی اصل حرام ہے، مگر بعض حالات میں چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ ....اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بات چیت مقاصد (تک حصول) کا وسیلہ ہے، لہٰذا ہر وہ اچھا مقصد جس کا حصول بغیر جھوٹ کے ممکن ہو، وہاں جھوٹ بولنا حرام ہے۔ اگر اس کا حصول بغیر جھوٹ کے ممکن ہی نہ ہو، وہاں جھوٹ بولنا جائز ہے۔ پھر اگر اس مقصد کا حاصل کرنا ''مباح'' ہے، تو جھوٹ بولنا بھی مباح کے درجے میں ہے۔ اگر اس کا حصول واجب ہے تو جھوٹ بولنا بھی واجب کے درجے میں ہے۔ چنانچہ جب ایک مسلمان کسی ایسے ظالم سے چھپ جائے، جو اس کا قتل کرنا چاہتا ہے، یا پھر اس کا مال چھیننا چاہتا ہے اور اس نے اس مال کو چھپا کر کہیں رکھ دیا ہو، پھر ایک شخص سے اس حوالے سے سوال کیا جاتا ہے (کہ وہ شخص یا مال کہاں ہے؟) تو یہاں اس (شخص یا مال) کو چھپانے کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے۔ اسی طرح کسی کے پاس امانت رکھی ہوئی ہو، ایک ظالم شخص اس کو غصب کرنا چاہتا ہے، تو یہاں بھی اس کو چھپانے کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے۔ زیادہ محتاط طریقہ یہ ہے کہ ان صورتوں میں ''توریہ'' اختیار کیا جائے۔ توریہ کا مطلب یہ ہے کہ (بولنے والا شخص) اپنے الفاظ سے ایسے درست مقصود کا ارادہ کرے، جو اس کے لحاظ سے جھوٹ نہ ہو، اگر چہ ظاہری الفاظ اور مخاطب کی سمجھ کے اعتبار سے وہ جھوٹ ہو۔ اگر وہ شخص ''توریہ'' سے کام لینے کے بجائے صراحتاً جھوٹ بھی بولتا ہے، تو یہ ان صورتوں میں حرام نہیں ہے۔''

جھوٹ اعتماد و یقین کو ختم کر دیتا ھے

مذکورہ بالا استثنائی صورتوں کے علاوہ ہمیں جھوٹ بولنے سے گریز کرنا چاہیے۔ جھوٹ کبیرہ گناہوں میں سے ہے، لہٰذا جھوٹ بولنا دنیا و آخرت میں سخت نقصان اور محرومی کا سبب ہے۔ جھوٹ اللہ رب العالمین اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا باعث ہے۔ جھوٹ ایک ایسی بیماری ہے، جو دوسری بیماریوں کے مقابلہ میں بہت عام ہے۔ لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے جھوٹ کا ارتکاب کرتے ہیں اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ اس جھوٹ سے انھوں نے کیا پایا اور کیا کھویا؟ جب لوگوں کو جھوٹے شخص کی پہچان ہو جاتی ہے، تو لوگ اس کو کبھی خاطر میں نہیں لاتے ہیں۔ جھوٹ بولنے والا شخص کبھی کبھار حقیقی پریشانی میں ہوتا ہے، مگر سننے والا اس کی بات پر اعتماد نہیں کرتا۔ ایسے شخص پر یقین کرنا مشکل ہو جاتا ہے، کیوں کہ وہ اپنے اعتماد و یقین کو مجروح کر چکا ہے۔

حرفِ آخر

جھوٹ ایک ایسی بیماری ہے جو معاشرہ میں بگاڑ پیدا کرتی ہے۔ لوگوں کے درمیان لڑائی، جھگڑے کا سبب بنتی ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان عداوت و دشمنی کو پروان چڑھاتی ہے۔ اس سے آپس میں ناچاقی بڑھتی ہے۔ اگر ہم ایک صالح معاشرہ کا فرد بننا چاہتے ہیں، تو یہ ہماری ذمے داری ہے کہ ہم لوگوں کو جھوٹ کے مفاسد سے آگاہ اور باخبر کریں، جھوٹے لوگوں کی خبر پر اعتماد نہ کریں، کسی بھی بات کی تحقیق کے بغیر اس پر ردِ عمل نہ دیں۔ اگر ایک آدمی کوئی بات آپ سے نقل کرتا ہے تو اس سے اس بات کے ثبوت کا مطالبہ کریں۔ اگر وہ ثبوت پیش نہیں کر پاتا تو اس کی بات پر کوئی توجہ نہ دیں اور اسے دھتکاریں۔

....ختم شد.....

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ء

ایک تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر ابوالکلام قاسمی شمسی —— موبائل: 9835059987

سن ۲۰۱۹ء میں ''نئی تعلیمی پالیسی - ۲۰۱۹ء'' کے نام سے مرکزی حکومت نے ایک تعلیمی پالیسی کا مسودہ جاری کیا تھا اور اس پر مشورے طلب کئے تھے، اس وقت میں نے اس تعلیمی پالیسی کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا تھا۔ اب مرکزی حکومت نے قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ء کے نام سے اس کو منظور کر کے نافذ کر دیا ہے۔

نئی تعلیمی پالیسی ۲۰۱۹ء کا مسودہ جن پر مشورے طلب کئے گئے تھے اور مشورے ارسال کئے گئے تھے، اس میں معمولی سی تبدیلی نظر آرہی ہے۔ ۲۰۱۹ء کے مسودہ میں اقلیتوں کی تعلیم کے سلسلے میں کچھ ذکر تھا، اس کا ذکر ''قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ء'' میں نہیں ہے۔ ویسے بھی یہ قومی تعلیمی پالیسی نصاب تعلیم کے سلسلے میں ہے۔ اس سلسلے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ مرکزی حکومت کی جانب سے تعلیم کے سلسلے میں دو قوانین جاری کئے گئے ہیں۔ ایک لازمی تعلیمی پالیسی ۲۰۰۹ء ہے، اس میں پورے طور پر حکومت نے اپنی تعلیمی پالیسی کو واضح کیا ہے اور دوسرا قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ء ہے، اس میں تعلیم کے نصاب کو بیان کیا گیا ہے۔ میں نے اس قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ء کا مطالعہ کیا، اس کا مختصر جائزہ پیش ہے:

قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ء کی ابتدا تعارف سے ہوتی ہے۔ اس میں اس پالیسی کا تعارف کرایا گیا ہے۔ اس میں تعلیم کی اہمیت اور اس کے بڑھتے تقاضے کو واضح کرتے ہوئے یہ بیان کیا گیا ہے کہ طلبہ کی ہمہ جہت تعلیمی ترقی اور نشو ونما کے لئے نصاب میں ریاضی کے ساتھ بنیادی فنون، دست کاری، ادب، تاریخ، فلسفہ، لسانیات، کھیل کود، زبان، ثقافت اور اقدار کو لازمی طور پر شامل کیا جائے۔ ساتھ ہی تعلیم کے ساتھ کردار کی تعلیم بھی ضروری ہے، اس جانب بھی توجہ دی گئی ہے۔ اس قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ء کے سلسلے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ اکیسویں صدی کی پہلی تعلیمی پالیسی ہے جس کا ہدف ہمارے ملک کی ترقی کے لئے لازمی ضرورتوں کو پورا کرنا ہے۔ یہ قومی تعلیمی پالیسی ہر فرد میں موجود تخلیقی صلاحیتوں کے فروغ پر خصوصی زور دیتی ہے۔

قومی تعلیمی پالیسی کے وژن کو بیان کرتے ہوئے تعارف میں تحریر کیا گیا ہے کہ اس قومی تعلیمی پالیسی کا وژن ہندوستانی اقدار سے مربوط نظام تعلیم ہے، جو سبھی کو اعلیٰ ترین معیار کی تعلیم مہیا کرا کر ہندوستان کو عالمی پیمانے پر علم کا سپر پاور بنا کر ہندوستان کو ایک زندہ دل اور منصف علمی معاشرہ میں بڑھنے کے لئے ظاہری طور پر حصہ لے گا۔ اس پالیسی میں متصور ہے کہ ہمارے تعلیمی اداروں کا نصاب اور طریقہ تعلیم طلبہ میں اپنی بنیادی ذمہ داریوں اور آئینی اقدار، دیش کے ساتھ تعلق اور بڑھتی ہوئی دنیا میں شہری کے کردار اور ذمہ داریوں کے تئیں بیداری پیدا کرے۔ اس پالیسی کا وژن ہے کہ طلبہ میں ہندوستانی ہونے کا فخر نہ صرف افکار میں بلکہ رویوں، عقل وحکمت اور کاموں میں بھی پیدا ہو، ساتھ ہی یہ ہندوستانی ہونے کا فخر، علم وہنر، اقدار اور سوچ میں بھی نمایاں ہونا چاہئے، جس کے نتیجے میں طلبہ حقوق انسانی، پائیدار ترقی اور زندگی گزارنے نیز عالمی فلاح وبہبود کے لئے پرعزم ہوں، تاکہ وہ صحیح معنوں میں عالمی شہری بن سکیں۔

اسی تعارف نامہ میں قومی تعلیم کا خاکہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) تعلیم کی ابتدا نرسری اور کے جی سے ہوگی اور یہ تین سال پر مشتمل ہوگا۔ اس کے بعد درجہ اول اور دوم ہوگا۔ اس طرح دونوں مل کر ۵ رسال بنیادی تعلیم کہلائیں گے۔

(۲) بنیادی تعلیم کے بعد ۳/ سے ۵/ درجات تک یعنی ۳/ سال پری مڈل کہلائیں گے۔ پھر اس کے بعد درجہ ۶/ سے ۸/ تک یعنی ۳/ سال مڈل کہلائیں گے۔ اس کے بعد درجہ ۹/ سے ۱۲/ تک یعنی ۴/ سال سکنڈری کہلائیں گے۔ اس کی ترتیب اس طرح ہوگی۔ ۵+۳+۳+۴ برابر ۱۵ یعنی ۱۴/ سے ۱۸/ سال کی عمر میں طلبا سکنڈری امتحان پاس کریں گے۔ درجات اس طرح ہوں گے۔

(۱) بنیادی تعلیم: ۵/ سال یعنی نرسری ۱/ سال اور کے جی ۲/ سال یعنی کل ۳/ سال، پھر درجہ ۱/ اور ۲/ یعنی ۳+۲ کل ۵/ سال

(۲) ماقبل مڈل: درجہ ۳/ درجہ ۴/ اور درجہ ۵/ یعنی ۳/ سال

(۳) مڈل: درجہ ۶، ۷، ۸/ یعنی ۳/ سال

(۴) سکنڈری: درجہ ۹، ۱۰، ۱۱/ اور ۱۲/ یعنی ۴/ سال

اس کے بعد نئی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ء کی وضاحت ۴/ حصوں پر مشتمل ہے، حصہ اول اسکولی تعلیم سے متعلق ہے۔ اس میں ابتدائی تعلیم کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں بنیادی خواندگی اور اعداد کے علم پر زور دیا گیا ہے۔ بچوں کے ڈراپ آؤٹ کو کم کرنے اور ہر سطح پر تعلیم کو عام کرنے کی ضرورت کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس میں اسکولوں میں نصاب، درس وتدریس کو دلچسپ اور مربوط بنانے کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ اسی حصہ میں اساتذہ کی اہمیت، ضرورت اور ان کے معیاری ہونے پر بھی بحث کی گئی ہے، اسی طرح اس پر بھی زور دیا گیا ہے کہ مساوی اور جامع تعلیم سب کے لئے میسر ہو، اس میں تعلیم کو مختلف وسائل کے ذریعہ مؤثر بنانے کے لئے اساتذہ کی ذمہ داریوں پر بھی بحث کی گئی ہے۔ غرض اسکول کی تعلیم کو معیاری اور مرتب بنانے پر زور دیا گیا ہے۔

اس قومی تعلیمی پالیسی میں اس کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ اسکولوں کے نصاب، درس وتدریس اور تعلیم کو جامع، مربوط ومکمل خوش گوار اور دلچسپ ہونا چاہئے۔ اس میں دلچسپ اور مؤثر بنانے کے طریقوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس قومی پالیسی میں مادری زبان کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے اس پر زور دیا گیا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو کم سے کم درجہ پنجم تک لیکن بہتر ہوگا کہ درجہ ہشتم تک اور اس سے بھی آگے تک ذریعہ تعلیم گھر کی زبان/ مادری زبان/ مقامی زبان/ علاقائی زبان ہو، اس کے بعد گھر کی زبان، مقامی زبان کو جہاں تک ممکن ہو، زبان کے طور پر پڑھایا جاتا رہے۔ عوامی اور نجی دونوں اسکولوں میں اس کی پابندی کی جائے۔

اس حصہ میں اس کی بھی وضاحت موجود ہے کہ ابتدائی درجات کا انتظام آنگن باڑی کے ملازمین اور این سی آر ٹی کے نصاب تعلیم کے ذریعہ کیا جائے، اور دھیرے دھیرے بچوں کو پیشہ وارانہ تعلیم کی طرف متوجہ کیا جائے۔

اس حصہ میں اس کا بھی ذکر ہے کہ نصاب تیار کرانے اور طریقہ تعلیم کی ذمہ داری وزارت برائے فروغ انسانی وسائل کی ہوگی۔ بچوں کی دیکھ بھال اور تعلیمی نصاب کی منصوبہ بندی اور عمل آوری وزارت برائے فروغ انسانی وسائل، وومن اور چائلڈ ڈیولپمنٹ اور وزارت برائے ترقیات خواتین واطفال، ہیلتھ اینڈ فیملی ویلفیئر کے ذریعہ مشترکہ طور پر کی جائے گی۔ تعلیم میں بچپن کی ابتدائی دیکھ ریکھ اور تعلیم کے سہل انتظام اور ہمہ جہت رہنمائی کے لئے ایک خصوصی مشترکہ ٹاسک فورس کی تشکیل کی جائے گی۔

حصہ دوم میں اعلیٰ تعلیم کا ذکر ہے اس میں معیاری یونیورسٹی اور کالج بنانے اور ملک کے ہائر ایجوکیشن سسٹم کے لئے ایک نیا نظریہ پیش کیا گیا ہے، جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ نیا اور دور رس نظریہ تعلیم ہے، اس میں موجودہ اعلیٰ تعلیمی نظام کو درپیش مشکلات اور دشواریوں کا ذکر کیا گیا ہے، پھر اس کے مقابلے میں قومی تعلیمی پالیسی کی خوبیوں کو بیان کیا گیا ہے، اعلیٰ تعلیم کے لئے حوصلہ مند، فعال اور قابل فیکلٹی، اعلیٰ تعلیم میں جامعیت ومساوات اور جدید نیشنل ریسرچ فاؤنڈیشن کا ذکر بھی ہے نیز اعلیٰ تعلیمی اداروں کیلئے مؤثر انتظامیہ اور قیادت سے بھی بحث کی گئی ہے۔

حصہ سوم میں دیگر قابل غور بنیادی معاملات کے تحت پیشہ وارانہ تعلیم، تعلیم بزرگان، ہندوستانی زبان، فنون وثقافت کے تحفظ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

سے بھی بحث کی گئی ہے۔ ساتھ ہی ٹیکنالوجی کے استعمال اور آن لائن تعلیم کی اہمیت کو بھی واضح کیا گیا ہے۔

باب چہارم کا عنوان ہے عمل درآمد کی حکمت عملی۔ اس کے تحت درج کیا گیا ہے کہ اس ہدف کو سینٹرل ایڈوائزری بورڈ آف ایجوکیشن اور وزارت برائے فروغ انسانی وسائل اور ریاستی سطح پر مشہور اکائیوں اور اداروں کے ساتھ مل کر پورا کیا جائے گا۔

یہ ہے قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ء کا مختصر تجزیاتی مطالعہ۔ اب اس سلسلے میں چند خصوصی نکات پر روشنی ڈالی جارہی ہے۔

(۱) ہمارے ملک میں دو طرح کے ادارے چل رہے ہیں۔ ایک اسکول، کالج یعنی عصری ادارے اور دوسرے مدارس، پاٹھ شالے، گروکل غیرہ یعنی روایتی ادارے۔ میرے مطالعہ کے مطابق اسکول، کالج یعنی عصری اداروں کے لئے قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ء جامع اور مفید ہے۔ اس پالیسی کو صحیح انداز سے نافذ کیا جائے تو مثبت نتائج سامنے آئیں گے، میرے خیال سے مسلم طلبہ کو ایجوکیشن کے مین اسٹریم سے الگ کرنا نقصان دہ ہوگا۔ نیز متبادل انتظام بھی بہت مشکل ہے، جس کا تجربہ کیا جاچکا ہے۔ ویسے کوشش کر کے پھر سے تجربہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

(۲) اس نصاب تعلیم کو نافذ کرنے کا اختیار مرکزی اور ریاستی حکومت دونوں کی مشترکہ ذمہ داری ہوگی۔

(۳) قومی تعلیمی پالیسی کے مطابق نصاب اور نظام چلانے کی ذمہ داری ریاستی حکومت کی بھی ہوگی، البتہ اس کی نگرانی سینٹرل ایڈوائزری بورڈ آف ایجوکیشن کے ذریعہ کی جائے گی۔

(۴) قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ء کی ابتدا میں ہندوستان کی قدیم روایات کا ذکر ضرور ہے، یہ ریاستی حکومت کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس پر نظر رکھے کہ وہ اپنے اسٹیٹ میں دیومالائی نصاب تعلیم رائج کرتی ہے یا سیکولر جو سب کے لئے قابل قبول ہو۔ اگر اسکول، کالج یعنی عصری اداروں میں کوئی ایسے قوانین نافذ کئے جاتے ہیں جو کسی کے مذہبی عقائد سے متصادم ہوں تو اس کو ریاستی حکومت سے مل کر اس پر گفتگو کر کے درست کرایا جاسکتا ہے۔

(۵) جہاں تک مدارس، پاٹھ شالے، گروکل وغیرہ کی بات ہے تو اس قومی تعلیمی پالیسی میں مدارس، سنسکرت پاٹھ شالے، گروکل، اقلیتی اسکول وغیرہ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ حالانکہ ملک کے آئین نے مذہبی اقلیتوں کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنی پسند اور اپنی تہذیب وثقافت کی حفاظت کے لئے اپنے ادارے قائم کرے۔ اس قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ء میں خاموشی سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ ادارے حسب سابق چلتے رہیں گے، چونکہ یہ رائٹ ٹو ایجوکیشن سے بھی مستثنیٰ قرار دیئے گئے ہیں اور مرکزی حکومت نے اس کو جاری رکھنے کے لئے رائٹ ٹو ایجوکیشن کے لئے گائڈ لائن بھی جاری کیا ہے۔ جب تک اس سلسلے میں کوئی دوسرا گائیڈ لائن جاری نہ ہو، ان اداروں کو حسب سابق جاری رکھنا چاہئے، البتہ دھیرے دھیرے ان کو معیاری بنانے کے لئے اقدامات کئے جائیں، مثلاً مدارس کے نصاب تعلیم میں ابتدائی درجات میں اضافہ کر کے میٹرک تک کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ این آئی او ایس سے پرائیویٹ امتحان کا انتظام کیا جائے، درجات کی تعیین کی جائے، تعلیم کے معیار کو بلند کیا جائے، ہاسٹل اور قیام وطعام کے معیار کو درست کیا جائے، زمین کو مدرسہ کے نام رجسٹرڈ کیا جائے، ساتھ ہی مدارس کو بھی کسی این جی او سے مربوط کر کے رجسٹرڈ کرایا جائے

(۶) رائٹ ٹو ایجوکیشن، مدارس اور اقلیتوں کو مستثنیٰ قرار دیئے جانے والے نوٹیفکیشن اور قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ء پر ماہرین وکلا سے قانونی مشورہ کی ضرورت ہے کہ ان قوانین کی موجودگی میں مدارس اور اقلیتی ادارے وغیرہ چلانے کی اجازت ہے کہ نہیں؟ میرے مطالعہ کے مطابق رائٹ ٹو ایجوکیشن سے مدارس، سنسکرت پاٹھ شالے وغیرہ مستثنیٰ قرار دیئے گئے ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ء میں ان اداروں کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ البتہ اس سلسلے میں قانونی مشیر کی رائے ضرور حاصل کی جائے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

جامع الشواھد فی دخول غیر المسلم فی المساجد

[مسجد میں غیر مسلموں کا داخلہ]

تصنیف: امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ
ترتیب وتدوین: ابوسلمان شاہجہان پوری

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد نے یہ معرکہ آراء تحریر ایک خاص پس منظر میں 1919ء میں رانچی میں اپنی نظر بندی کے دوران تحریر فرمائی تھی، جو ۲۵/ اپریل 1919ء کو مکمل ہوئی تھی، اسے بیک وقت ماہنامہ معارف اعظم گڑھ کی دو اشاعتوں (مئی۔جون ۱۹۱۹ء)، اور ایک مستقل رسالہ کی صورت میں شائع کیا گیا تھا، اس اولین اشاعت کے بعد مولانا آزاد نے خود اس پر نظر ثانی فرمائی، اور باضابطہ بہت ساری ترمیم وتنسیخ اور حذف واضافہ اور تبدیلی کے بعد اس کا نیا مسودہ تیار کیا، اور ۱۹۲۷ء میں اس کی دوسری اشاعت کا فیصلہ کیا تھا، لیکن یہ تصحیح شدہ اشاعت مولانا کی زندگی میں دوبارہ شائع نہ ہوسکی۔

یہ تصحیح شدہ نسخہ مولانا کی ذاتی لائبریری سے، انڈین کونسل فار کلچرل ریلیشنز نئی دہلی میں منتقل ہوا، اس کی بنیاد پر بعد میں اس کا مرتب متن جناب مسیح الزماں صاحب کی محنت، اور ڈاکٹر عابد رضا بیدار کی توجہ وکوشش سے، خدا بخش لائبریری پٹنہ سے 1993ء میں شائع ہوا۔ اس کی پہلی اشاعت اور تصحیح شدہ نسخہ کی مکمل مطابقت کے بعد نئی تدوین کے ساتھ ماہر ابوالکلامیات جناب ابوسلمان شاہجہان پوری نے 1997 میں اسے ایک تفصیلی مقدمہ کے ساتھ شائع کیا۔

''مساجد میں غیر مسلموں کا داخلہ'' جیسے اہم موضوع کی افادیت، اور مولانا آزاد کی ایک کمیاب یادگار تحریر کے طور پر (جناب ابوسلمان شاہجہان پوری کی تدوین کردہ یہ اشاعت) قارئین ارمغان کے لئے قسط وار پیش کی جارہی ہے۔ [ادارہ]

☆

تمہید

الحمد للہ وحدہ.......

بعض اخبارات نے مسلمانان دہلی وکلکتہ کے اس طرز عمل کو شرعاً ناجائز قرار دیا ہے کہ مسجدوں کی مجالس میں ہندوؤں کو بھی شریک کیا گیا اور تقریر کرنے کی اجازت دی گئی۔ دہلی کے مسلمان سب سے زیادہ نشانۂ ملامت ہیں کہ انھوں نے سوامی شردھانند سے جامع مسجد میں تقریر کرائی، اخبارات نے اس فعل کو نہ صرف ناجائز بتلایا ہے بلکہ ایک سخت فتنہ وبدعت سے تعبیر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس سے مساجد کی توہین ہوئی (۱) جن صاحبوں نے یہ خیالات ظاہر کیے ہیں انھوں نے اس مقصد کے لیے بڑی بڑی شاندار تمہیدیں اٹھائی ہیں (۲)۔ مثلاً ایک صاحب لکھتے ہیں: مسلمانوں کو چاہیے کہ ہر حال میں (۳) احکام شرعیہ کو مقدم رکھیں اور جوش اتحاد میں ایسے بے خود نہ ہوجائیں کہ احکام شرعیہ سے بے پروا (۴) ہوجائیں۔

ان شاندار واعظانہ تمہیدوں کو دیکھ کر خیال ہوتا ہے کہ شاید مسلمانان دہلی وکلکتہ نے احکام شرعیہ کی کوئی بڑی ہی خلاف ورزی کی ہے (۵) اور اب اس پر ماتم کیا جارہا ہے۔ حالاں کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ جن مسلمانوں نے ملک وملت کے حقوق کے تحفظ کے لیے مساجد میں مجلسیں منعقد کیں اور ان میں اپنے غیر مذہب ہم سایوں اور ہم وطنوں کو بھی شریک کیا، اسلامی نقطہ نگاہ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

سے ان کا طرزعمل ہرگز شریعت میں بھی قابل اعتراض نہیں، یہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق عمل کی ٹھیک ٹھیک تعمیل ہے (۶)۔افتا بغیر علم کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو سکتی ہے کہ جو فعل مستحسن اور ہدی نبوت سے ماخوذ ہے، اسے تو (۷) بدعت قرار دیا جارہا ہے اور طرح طرح کی بدعتیں علانیہ مسجدوں میں ہو رہی ہیں، انھیں (۸) کوئی نہیں روکتا، بلکہ بہت سے مدعیان علم ہیں جو انھیں (۹) عین سنت سمجھ رہے ہیں۔احکام شرعیہ کی تقدیم و پابندی تو عین مطلوب ہے (۱۰) لیکن اس کے وعظ کا استعمال صحیح موقع پر ہونا چاہیے(۱۱)۔

شریعت کی پابندی کے معنی صرف یہی ہیں کہ شریعت کی پابندی ہو، تحکم بالظن والرای اور اعجاب کل ذی رائی برایہ کا نام شریعت نہیں ہے۔**ولا تقولوا لما تصف السنتکم هذا حلال وهذا حرام** (۱۲)۔

خود اصل واقعہ بھی غلط سمجھا گیا ہے۔جامع مسجد کے جلسے کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ سوامی شردھانند نے منبر پر کھڑے ہو کر تقریر کی اور منبر کو لوگوں نے منبر جمعہ سمجھ لیا، جو مسجدوں کے ایوان (۱۳) میں ہوتا ہے۔حالاں کہ یہاں (۱۴) منبر سے مقصود مکبّر کا چبوترہ ہے، جو صحن مسجد میں ہے اور اس پر منبر مصطلحہ مساجد کا اطلاق کسی طرح درست نہیں۔ یہ چبوترہ بڑی بڑی مسجدوں میں بنا دیا جاتا ہے تاکہ تکبیرات انتقال ایک بلند مقام سے دہرائی جاسکیں (۱۵)۔ پھر اگر اس چبوترے پر ایک غیر مسلم (۱۶) نے مسلمانوں کی اجازت سے کھڑے ہو کر تقریر کی تو اس میں شرعاً کیا قباحت لازم آئی؛ ومن ادعی خلافہ فعلیہ البیان۔

رہا اصل مسئلہ یعنی غیر مسلموں کا مسجدوں میں داخل ہونا، تو معترضین کو معلوم ہونا چاہیے کہ نہ صرف داخل ہونا جائز ہی ہے (۱۷) بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ کہ اگر مصالح مقتضی ہوں (۱۸) تو انھیں مسجدوں میں (۱۹) بہ طور مہمان کے ٹھیرایا بھی جاسکتا ہے (۲۰) اور مسلمانوں کا جو امام یا مسلمانوں کی جو جماعت مصالح کی رعایت (۲۱) کے ساتھ ایسا کرتی ہے وہ ٹھیک ٹھیک اس اسوہ حسنہ کی پیروی کرتی ہے جو صاحب شریعت ﷺ نے امت کو دکھایا ہے، **فخیر الهدی هدی محمد و شر الأمور محدثاتها**

حواشی

(۱) یہاں جملہ اس طرح تھا: " مساجد کی توہین کی گئی اور اسلامی عبادت گاہ کے احترام کا کچھ لحاظ نہیں کیا گیا وغیر ذلک۔ (۲) اضافہ: بڑی شاندار، حذف: اور شان دار عنوانات قائم کیے ہیں۔ (۳) جملہ اس طرح تھا: مثلاً؛ مسلمانوں کو ہر حال میں چاہیے کہ /اضافہ: ایک صاحب لکھتے ہیں۔(۴) تصحیح پرواہ ۔ (۵) جملہ اس طرح تھا: کوئی بڑی ہی خلاف ورزی احکام شریعہ کی کی ہے۔(۶) یہاں یہ عبارت تھی جو حذف ہوگئی: اس دور فتن و بدعات میں اگر مسلمانوں کی کسی جماعت نے کوئی بہتر سے بہتر کام کیا ہے تو وہ یہی ایک کام ہے کہ مقاصد صالحہ سے مسجدوں میں مجالس منعقد کیں اور اپنے غیر مذہب ہم سایوں یعنی ہندوؤں کو بھی اس مقصد سے ان میں شریک کیا، جس مقصد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر مذہب کے صلح پسندوں اور دوستوں کو مسجد میں بلاتے اور ٹھیراتے تھے، اب یہاں یہ عبارت اضافہ کی گئی ہے: جن مسلمانوں نے....تا.....تعمیل ہے۔(۷) تبدیلی: اس کو۔(۸) اس مقام سے یہ عبارت حذف کی گئی ہے: مثلاً انعقاد مواسم و محافل بدعیہ، رفع الصوت وبیع وشراء فی المسجد، وہجوم مساکین وسائلین و حرج فی الجماعت وسکونت فساق وتارکین صلوۃ وصلاتان معاوغیر ذالک، اور لفظ 'ان' کو بدل دیا گیا۔ (۹) تبدیلی ان کو۔ (۱۰) حذف مقصود- (۱۱) اس مقام پر یہ عبارت حذف کر دی گئی۔ان حضرات کو سب سے پہلے اپنی نسبت فیصلہ کر لینا تھا کہ کہیں وہ خود تو حدود شرع سے متجاوز نہیں ہو رہے ہیں (۱۲) قرآن حکیم، سورہ نحل: آیت ۱۱۶ (۱۳) تبدیلی: وہاں۔(۱۴) اضافہ یہاں۔(۱۵) یہاں جملہ اس طرح تھا: کو ایک بلند مقام سے دہرایا جاسکے (۱۶) حذف: دوست-(۱۷) تبدیلی: ہی جائز (۱۸) تبدیلی: ان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کو۔(۱۹) حذف: عارضی طور پر۔(۲۰) تبدیلی: ٹھیرانا بھی جائز ہے۔(۲۱) تبدیلی رعایت مصالح اخری۔

☆

فصل اول

مسجد نبوی میں غیر مسلموں کا داخل ہونا

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر مجالس اور صحبتیں مسجد نبوی ہی میں منعقد ہوتی تھیں۔ بسا اوقات غیر مسلم آتے تھے اور بلا کسی روک ٹوک کے ان صحبتوں میں شریک ہوتے تھے۔ یہ غیر مسلم دوست اور حلیف نہ تھے، بلکہ بسا اوقات دشمنوں اور محاربین میں سے ہوتے (۱)۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرہ مبارک مسجد سے متصل تھا جو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، انھیں (۲) بعض اوقات مسجد میں (۳) انتظار کرنا پڑتا تھا اور ان لوگوں میں غیر مسلم بھی ہوتے تھے۔ یہ امور ضمناً متعدد روایات سے مستنبط ہوتے ہیں، آپ کے بعض یہودی قرض داروں نے مسجد میں آکر تقاضا کیا ہے اور آپ نے اپنے حلم اور خلق کی وجہ سے ان کا (۴) حق طلب و تقاضا (۵) تسلیم فرمایا ہے۔ غیر مسلم اقوام سے پولٹیکل علائق، سفرکا ایاب وذہاب، معاہید ومواثیق کی مجالس شوریٰ، عرائض و شکایات مسلمین و غیر مسلمین، یہود مدینہ اور مشرکین اطراف وجوانب سے پولٹیکل تعلقات کی گفت وشنید، یہ اور اسی طرح کے تمام معاملات مسجد نبوی میں طے پاتے تھے۔ خود مسلمانوں کو آپ نے مسجد کے متعلق متعدد معاملات میں تنبیہ فرمائی اور انھی سے احکام احترام وآداب (۶) مسجد مستنبط ہوئے۔ مثلاً؛ تیز بو کی چیز کھا کر مسجد میں آنا، گم شدہ آدمی یا حیوان کو پکارنا، یا خرید و فروخت کرنا (۷)۔

مگر ایک واقعہ بھی ایسا موجود نہیں جس سے ثابت کیا جاسکے کہ آپ نے کسی غیر مسلم کو صرف اس بنا پر مسجد میں داخل ہونے سے روک دیا ہو کہ وہ مسلمان نہیں ہے۔ آپ کے زمانے میں اور آپ کے بعد خلیفۂ دوم تک۔ تمام سرکاری عمارتوں کا کام مسجد نبوی ہی دیتی تھی اور غیر مسلم اقوام وقبائل کے جس قدر وفد (ڈیپوٹیشن) اور سفراء آتے تھے وہ یا تو مسجد میں ٹھیرائے جاتے تھے یا شہر کے مسلمانوں کے ہاں۔ تاریخ اسلام میں سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سرکاری مہمان سرا بنائی جیسا کہ مقریزی اور عسکری نے لکھا ہے، اور ابن حبان نے کتاب الثقات میں تصریح کی ہے کہ مدینہ کی مہمان سرائے ۱۷ھ ہجری میں حضرت عمر کے حکم سے تعمیر ہوئی، اس سے پہلے نہ تھی اور مہمان مسجد ہی میں ٹھیرائے جاتے تھے (۸)۔

..........حواشی..........

(۱) اضافہ: یہ غیر مسلم ......تا.....ہوتے۔

(۲) تبدیلی: ان کو۔(۳) حذف: آپ کو

(۴) تبدیلی: ان کے۔(۵) حذف: ''کو''۔

(۶) تبدیلی - حقوق - (۷) مثلاً کے بعد کی یہ عبارت حذف کردی گئی۔ منع اکل بصل وثوم ومنع انشاد ضالہ ومنع بیع وشراء و غیر ذلک۔ اور اس کی جگہ مندرجہ متن عبارت اضافہ کی گئی۔ اضافہ شدہ عبارت عربی ہی کا ترجمہ ہے۔(۸) اضافہ: بہت پہلے....تا .....جاتے تھے۔

فصل دوم

واقعہ وفد نجران

ازاں جملہ وفد نجران کا واقعہ ہے۔ جو صحاح وسیرت میں بہ تفصیل موجود ہے اور جس کی نسبت سورہ آل عمران کی آیات مبارکہ نازل ہوئیں۔(۱)

نجران (یمن) میں عیسائی آباد تھے۔ اسلام کا پیام دعوت پہنچا تو آمد ورفت شروع کی، دوسری مرتبہ وفد آیا تو اتوار کا دن تھا اور شام قریب تھی، مسجد نبوی میں پہنچے تو انھوں نے چاہا (۲) پہلے اپنی نماز ادا کرلیں، بعض مسلمانوں پر یہ بات ناگوار گزری کہ اسلام کی عبادت گاہ میں عیسائیوں کو مسیحی عبادت کی اجازت (۳) دی جائے۔ انھوں نے روکنا چاہا، لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

فرمایا" مت روکو، نماز پڑھنے دو"۔ چناں چہ وفد کے تمام عیسائیوں نے پورب کی طرف منہ کرکے نماز منہ پڑھی۔

زاد المعاد میں ہے:

"لما قدم وفد نجران علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخلوا علیہ مسجدہ بعد العصر فحانت صلاتھم فقاموا یصلون فی مسجدہ فاراد الناس منعھم فقال رسول اللہ دعوھم فاستقبلوا المشرق فصلّوا صلاتھم

اس واقعے سے کئی باتیں ثابت ہوئیں

اولاً یہ کہ غیر مسلم مسجد میں بلائے جاسکتے ہیں۔ نجران کے وفد کے ارکان رومن کیتھولک عیسائی تھے۔ مگر آں حضرت نے ان کو مسجد میں داخل ہونے سے نہیں روکا۔

ثانیاً، اگر کوئی غیر مسلم مسلمانوں کی مسجد میں اپنے طریق پر اللہ کی عبادت کرنی چاہے (۴) اور کوئی فعل ایسا نہ کرے جو بت پرستی کا ہو، تو اسے اجازت دی جاسکتی ہے (۵)۔ الا یہ کہ اس سے کسی فساد (۶) کا اندیشہ ہو۔ مسجد خدا کی عبادت کے لیے ہے۔ پس اس کا ہر بندہ وہاں (۷) عبادت کرسکتا ہے۔(۸)

مسیحی نماز کے تین رکن ہیں، تلاوت، سجدہ، دعا۔ پس انھوں نے اپنے طریق پر یہی کیا ہوگا۔

ثالثاً، روایات سے ثابت ہے کہ اس وفد میں ساٹھ آدمی تھے ساٹھ آدمیوں کی جماعت اچھی خاصی جماعت ہے۔ نماز پڑھی ہوگی تو بہت نمایاں حالت ہوگی۔ کچھ یہ بات نہ تھی کہ ایک دو آدمیوں نے کسی گوشے میں چپکے سے کوئی کام کیا اور چل دیئے۔ بااین ہمہ آپ نے اجازت دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ معاملہ اپنی نمایاں اور ممتاز شکل میں بھی احترام مسجد کے خلاف نہ تھا، ورنہ آپ ضرور روکتے (۹)۔

حافظ ابن قیم نے اپنی عادت کے مطابق اس واقعے کے فقہ پر بھی بحث کی ہے:

ففیھا جواز دخول اھل الکتاب مساجد المسلمین وفیہ تمکین اھل الکتاب من صلاتھم بحضرۃ المسلمین وفی مساجدھم ایضا اذا کان عارضأو لا یمکنوا من اعتیاد ذالک.

(جلد دوم، صفحہ ۹۳ مطبوعہ مصر)

رابعاً، اس واقعے سے ان مسلمانوں کو عبرت پکڑنی چاہیے۔ جو چند جزئی اختلافات کی بنا پر خود مسلمانوں کو اپنی مسجدوں میں آنے سے روکتے ہیں، اس کے لیے مقدمہ بازیاں کرتے ہیں اور ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ... الخ (۱۰) کی وعید میں داخل ہوتے ہیں (۱۱)۔

حواشی

(1) حذف: واحتجاج اہل کتاب بالاتفاق۔

(۲) حذف: "کہ" (۳) حذف: "کیوں"

(۴) تبدیلی: "کرنا"۔

(۵) اس جگہ پہلے یہ عبارت تھی محسوس ومشہود بت پرستی کا، یا خلاف احترام مسجد نہ کرے تو شرعاً اس کو نہیں روکنا چاہیے۔

(۶) حذف: مضرت یا عادت والتزام یا قبضہ وتمکین۔

(۷) اضافہ: وہاں۔

(۸) حذف: لیکن شرک عبادت نہیں ہے، عبادت کی ضد ہے۔ اس لیے شرک وبت پرستی کی اجازت عبادت گاہ میں نہیں دی جاسکتی۔

(۹) یہ عبارت حذف کردی گئی اور ظاہر ہے کہ خلاف اسلام کیوں ہوتا۔ اسلام قیام عبادت کے لیے آیا، نہ کہ منع عبادت کے لیے، یہود ونصاری پر سب سے بڑا الزام تو اس نے یہی لگایا کہ رسمی عبادت کرتے ہیں۔ مگر وہ شے جس کا نام "قیام عبادت" ہے مفقود ہوگئی ہے۔

(۱۰) قرآن حکیم، سورہ بقرہ، آیت ۱۱۴

(۱۱) حذف: اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

جنگ پسند ٹولہ

——— مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی

امریکہ کا نام یوں تو بہت بڑا ہے؛ لیکن عمر کے لحاظ سے وہ کویت سے بھی چھوٹا ہے۔ یہاں مختلف ملکوں، مختلف تہذیبوں، مختلف عقائد، مختلف طبائع، مختلف زبانوں اور مختلف نظریات و خیالات کے لوگ رہتے ہیں۔ امریکہ میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ان کو باہم مربوط رکھ سکے اور ان میں اتحاد پیدا کر سکے، سوائے اس کے کہ ان کو کوئی باہری خطرہ دکھایا جائے اور اس کی دہشت ان کے دلوں میں پیدا کی جائے اور اس سے ڈرا کر ان کو اپنے باہمی اختلافات ونزاعات بھلا کر متحد رہنے پر مجبور کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ کو ہر کچھ دن میں ایک نئے دشمن کی تلاش ہوتی ہے اور وہ ذرائع ابلاغ کی مدد سے نیا دشمن تلاش کرنے میں کامیاب بھی ہو جاتا ہے۔ کچھ غلطی اور ناسمجھی اس کے دشمن کی طرف سے بھی ہوتی ہے جو اپنی نادانی کی وجہ سے امریکہ کے لیے راہ ہموار کر دیتا ہے۔

امریکہ اگر ایسا نہ کرے تو وہ خود خانہ جنگی کا شکار ہو جائے اور وہاں آباد مختلف قوموں کے لوگ ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار نظر آئیں اور خود امریکی حکومت اور امریکی صدر کو لے کر اتنے سوالات کھڑے کیے جائیں جن کا جواب دینا امریکی صدر کے لیے مشکل ہو جائے۔ انھی سوالات سے بچنے کے لیے امریکہ عوام کو ایک دشمن دکھا کر اور دشمن بھی ایسا جو ایک ساتھ پورے یورپ، امریکہ اور دوست ممالک کو اس طرح دھمکی دے رہا ہو کہ اب گھسا کہ تب گھسا، امریکی حکومت اپنا مقصد پورا کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔

۱۹۵۰ء سے ۱۹۷۵ء تک ویتنام کو دشمن کی شکل میں پیش کرتا رہا اور اس طرح پچیس سال تک ملک میں جنگ کا ماحول بنا کر امریکی حکومت اپنے عوام کو بے وقوف بناتی رہی۔ اس کے بعد اس نے کوریا کا ہوّا کھڑا کیا، پھر عرب دنیا کا شکار کرنے کے لیے اس نے ایران کو اپنے جال کے طور پر استعمال کیا۔ صدام حسین اور اس کے کیمیائی ہتھیاروں کا خوف اپنے عوام کے دلوں میں پیدا کر کے ان کو بے وقوف بنایا۔ عرب ملکوں میں دہشت پیدا کر کے جتنا ان کو دُوہ سکتا تھا دوہا۔ کبھی اسامہ بن لادن کے نام کا استعمال کیا اور کبھی ابوبکر بغدادی کا، کبھی ملا عمر کا نام اخبارات کی سرخیوں میں آتا تھا تو کبھی ایمن ظواہری کا، کبھی طالبان سے ڈرایا تو کبھی داعش سے، اور ان کے متعلق فیک ویڈیوز جو دکھائی جا سکتی تھیں وہ دکھائیں۔ یہ سب کام ایک مقصد کے تحت بڑی منصوبہ بندی سے اور موافق اور مخالف دونوں کی نفسیات کا گہرا مطالعہ کر کے کئے گئے۔ دنیا کچھ سمجھتی رہی اور ہوتا کچھ رہا۔

سچی بات یہ ہے کہ امریکہ یہ سب چالیں اس لیے چلتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر اس نے اپنا کوئی خارجی دشمن نہ بنایا اور اپنے باشندوں کے دل میں اس دشمن کا ڈر نہ بٹھایا تو یقیناً وہ داخلی انتشار کا شکار ہو جائے گا، اور مختلف طبقات وقبائل کے درمیان عقیدہ وزبان اور تہذیب وثقافت کی بنیاد پر ہونے والی خانہ جنگی کا نہ تھمنے والا ایک ایسا سلسلہ شروع ہو جائے گا کہ اس کے بعد خواہ وہ اپنی فوجی طاقت میں کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو مگر اس کو اپنے خطہ میں ہونے والی داخلی کشمکش پر کنٹرول پانا ممکن نہ ہوگا۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اس کی کامیابی اسی میں ہے کہ وہ اپنے عوام کو ہمیشہ یہ تاثر دیتا رہے کہ وہ حالت جنگ میں ہے۔ ایک سیاسی تجزیہ نگار نے اس جنگ پسند ٹولہ کے بارے میں کہا کہ ایک مخصوص عسکری نظریہ امریکہ کی پالیسی میں شامل ہے جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ اپنے ملک کے باہر کسی نہ کسی دشمن سے جنگ کرنے کے انتظار میں رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ حکمت عملی کے طور پر جن ملکوں کو نشانہ بنانا چاہتا ہے تو ان کے اندرونی مسائل کو ہوا دیتا ہے اور علاقائی کشمکش پیدا کرکے دخل اندازی کا موقع اور ساتھ ساتھ ہتھیار کی سپلائی کا راستہ نکال لیتا ہے۔

امریکی سرمایہ دارانہ نظام کی کامیابی کا انحصار عالمی منڈی کے استحکام اور اس کی درآمدات و برآمدات کو امریکی معیشت کے نفع کے لیے کنٹرول کرنے میں مضمر ہے۔ اس لیے کہ امریکی معیشت کا دارومدار ترقی پسند معیشت پر نہیں؛ بلکہ جنگی معیشت پر مبنی ہے، اور اس کی بقا جنگوں ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ جنگوں پر مجبور ہے اور اسی لیے کئی بار ایسا بھی ہوا ہے کہ اس نے محض اپنی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لیے بغیر کسی وجہ کے جنگیں چھیڑی ہیں۔

امریکہ کی جو کمپنیاں ہتھیار بناتی ہیں اور جو سرمایہ دار افراد ان کمپنیوں کے مالک ہوتے ہیں' وہ لوگ امریکی حکومت میں سب سے زیادہ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، یا ان لوگوں کے حکومتی سطح پر تجارتی تعلقات بے انتہا مضبوط ہوتے ہیں، جس کی بنیاد پر ان کی کمپنیوں کو غیر معمولی منافع حاصل ہوتا ہے، کیونکہ جب جنگیں چھڑتی ہیں اور وہ دیر تک چلتی ہیں تو ان میں خرچ ہونے والی رقم یہی کمپنیاں اتحادی یا شکست خوردہ ممالک کو ادا کرتی ہیں، یہ بھی یاد رہے کہ امریکہ میں ہتھیار بنانے والی پندرہ کمپنیوں میں سے تیرہ کمپنیاں یہودیوں کی ہیں، جس طرح ہتھیار بن رہے ہیں اسی طرح اس کی کھپت بھی چاہیے، اور اس کے لیے منڈی بھی چاہیے اور ایسے خریدار چاہیے جو ان ہتھیاروں کی خریداری کی طاقت رکھتے ہوں، پٹرول کی دولت سے مالا مال عرب ممالک سے بہتر ہتھیاروں کا خریدار اور کون ہوسکتا ہے، جن کا کام صرف ہتھیار خریدنا، اسٹاک کرنا اور آپس ہی میں اس کا استعمال کرلینا ہے۔ مزید یہ کہ جب جنگ بندی ہوجاتی ہے تو اس کے بعد تعمیر کا مرحلہ شروع ہوتا ہے اور اس وقت یہ امریکی کمپنیاں آگے بڑھ کر تعمیر کے نام پر خوب منافع حاصل کرتی ہیں اور اس طرح تعمیر وترقی کے نام پر عرب ملکوں کی تجوریوں کے منہ کھل جاتے ہیں اور پھر ایک بار امریکی اور یہودی تعمیراتی کمپنیوں کے اکاونٹس میں رقمیں آنے لگتی ہیں، گویا کہ امریکہ ڈھانے کے بھی پیسے لیتا ہے اور بنانے کے بھی۔

یہی وہ راز ہے جس کی وجہ سے ہر جنگ، ہر سیاسی کشمکش، ہر بغاوت اور ہر فوجی انقلاب یا ہر حکومتی اور نسلی ٹکراؤ کے پیچھے امریکہ کا ہاتھ نظر آتا ہے، اس لیے کہ اس کی زندگی جنگوں ہی میں ہے اور اگر یہ خارجی جنگیں نہ ہوں تو یقینی بات ہے کہ امریکہ زار ونزار ہوکر اپنی موت آپ مرجائے۔

اردو شاعری

''میں دنیا کے کئی ممالک کی زبانوں انگلش، فرانسسی، جرمن، روسی، ہسپانوی کے علاوہ ہندوستانی زبانوں میں ہندی، بنگالی، تامل وغیرہ کی شاعری پڑھ چکا ہوں، میری رائے ہے کہ اردو شاعری جس انداز میں انسانی دل کی آواز بیان کرتی ہے اور جس طاقت ووقار کے ساتھ بیان کرتی ہے وہ دنیا کی کوئی اور شاعری نہیں کرتی ہے، اس لحاظ سے اسے دنیا کی سب سے عظیم شاعری قرار دیا جاسکتا ہے۔''

[سابق چیف جسٹس مارکنڈے کاٹجو]

پیش کش: حکیم عزیز الرحمٰن رپورٹر اردو روزنامہ سہارا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

خبروں کی دنیا

News World

محمد سعد ادریس ولی اللہی

گاؤں پٹنی متصل جھنجھانہ میں تعلیمی بیداری اجلاس

ضلع شاملی کے تاریخی قصبہ جھنجھانہ سے متصل ایک گاؤں پٹنی پرتاپ پور میں وہاں کے دینی ادارہ دارالعلوم اشرفیہ کے زیر اہتمام اس ماہ ۱۴؍دسمبر کو تعلیمی بیداری کے عنوان سے ایک اہم پروگرام منعقد ہوا، جس کی صدارت ماہنامہ ارمغان کے مدیر مولانا وصی سلیمان ندوی نے کی، اور اس میں جامعہ امام ولی اللہ پھلت سے مولانا حیدر اغوانی ندوی، مولانا سلمان مغیثی ندوی، مفتی محمد واصف ندوی، مولوی نے شعیب لاوڑ نے خاص طور پر شرکت کی، اس پروگرام کو خطاب کرتے ہوئے مولانا وصی سلیمان ندوی نے کہا: مدارس اسلامیہ اس ملک میں امت مسلمہ کے ایمان کے محافظ ہیں، اور ان کی وجہ سے ہمارا ملی تشخص قائم ہے، انھوں نے اسلام میں تعلیم کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور عوام سے اپیل کی کہ وہ اپنے نونہالوں کی اعلیٰ تعلیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ مولانا حیدر ندوی نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا، انہوں نے کہا کہ آج کے حالات سب کے سامنے ہیں، اسلام کے خلاف نت نئے پروپیگنڈے کیے جارہے ہیں، سازشیں کی جارہی ہیں، ان حالات سے مقابلے کے لیے ہمارے پاس صرف مدارس اسلامیہ کا نیٹ ورک ہے، جن کی حیثیت قلعوں کی طرح ہے، اگر آج ہم نے ان اسلامی قلعوں کی حفاظت نہ کی تو تاریخ ہمیں معاف نہیں کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ یہ مدارس اسلامیہ ہی ہیں جن کی بدولت آج ہماری شناخت قائم ہے۔ اس سے قبل مفتی محمد اعظم قاسمی نے نعت پاک پیش کی، نظامت کے فرائض ادارہ کے استاذ قاری بلال نے انجام دیئے، پروگرام کو کامیاب بنانے میں عرفان پردھان، احمد حسن، رستم صاحب کا خاص رول رہا، قابل ذکر شرکاء میں مولانا وسیم ندوی، مولانا مقیم، مولانا عالم مولانا ساجد شامل ہیں۔ صدر محترم کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

میرٹھ میں اردو خطاطی کے موضوع پر ورکشاپ

۲۱؍دسمبر کو اسماعیل نیشنل مہیلا پی جی کالج میرٹھ کے شعبہ اردو کی جانب سے کالج کی پرنسپل پروفیسر انیتا راٹھی کی صدارت میں اردو خطاطی ایک فن کے موضوع پر دو روزہ ورکشاپ کا انعقاد عمل میں آیا، پروگرام کی آرگنائزر ڈاکٹر عفت ذکیہ نے مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور فن خطاطی پر ورکشاپ کرانے کے مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ بچے اردو میں اعلیٰ تعلیم تو حاصل کررہے ہیں لیکن تحریر کے نشیب و فراز سے بالکل ناواقف ہیں اس مسئلہ کے پیش نظر بچوں کو تحریر میں دلچسپی پیدا کرنے کیلئے اس ورک شاپ کا انعقاد کیا گیا ہے، ماہر خطاطی منیر عالم نے طالبات کو اردو خطاطی کے بارے میں معلومات فراہم کیں، کیلی گرافر مصباح رضوی نے PPT کے ذریعے طالبات کو خطاطی کے بارے میں بتایا اور خطاطی کے نادر نمونے دکھا کر طالبات میں ذوق وشوق پیدا کرنے کی کوشش کی۔ صدر شعبہ اردو، سی سی ایس یونیورسٹی، پروفیسر اسلم جمشید پوری نے اردو خطاطی: ایک فن کے موضوع پر کلیدی خطبہ پیش کیا جس میں انھوں نے فن خطاطی کی اہمیت وخصوصیات بیان کرتے ہوئے کہا کہ مٹتے جارہے خطاطی کے فن کو اس ورک شاپ کے ذریعہ دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش شعبہ اردو اسمعیل نیشنل مہیلا پی جی کالج کا بہترین اقدام ہے، آج انٹرنیٹ کا زمانہ ہے اس لئے خطاطی کا کمپیوٹر سے منسلک ہونا بے حد ضروری ہے بیرونی ممالک مثلاً خلیجی ملکوں میں اس فن کے ماہرین کی بہت قدر ہے، برصغیر کے بہت سے ماہرین خطاطی خلیجی ممالک میں روزگار سے وابستہ ہیں کتابوں کے سرورق، قرآنی آیات وغیرہ کی خطاطی کے ذریعہ خود کو روزگار سے بخوبی جوڑا جاسکتا ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

فقہی مسائل

مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی

س: زید نماز پڑھ رہا تھا وہ دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورت پڑھنا بھول گیا، البتہ ہاتھ چھوڑ کر رکوع کا ارادہ کرلیا، یاد آنے پر سورت پڑھ لی، پھر تکبیر پڑھ کر رکوع کرلیا، تو کیا نماز ہوگئی؟

ج: صورتِ مسئولہ میں اگر زید نے حالتِ قیام میں صرف ہاتھ چھوڑے اور سورۃ پڑھنا یاد آ گیا اور اس دوران اتنی تاخیر بھی نہیں ہوئی جس میں تین دفعہ معتدل انداز میں سبحان اللہ پڑھا جاسکے، جیسا کہ آپ کے بیان سے سمجھ میں آرہا ہے اور سورت پڑھ لی، تو نماز درست ہوگئی، سجدہ سہو کی ضرورت نہیں۔

ردالمحتار میں ہے: والحاصل أنه اختلف في التفكر الموجب للسهو، فقيل ما لزم منه تأخير الواجب أو الركن عن محله بأن قطع الاشتغال بالركن أو الواجب قدر أداء ركن وهو الأصح".

(کتاب الصلاۃ، باب سجود السہو، ج2، ص94)

س: ایک شخص نے کسی عورت سے زنا کیا تھا اب اس کی بیٹی جوان ہوگئی ہے جس سے وہ نکاح کرنا چاہتا ہے کیا شرعاً اس کی اجازت ہے اور اگر نکاح کرلیا ہے تو اب کیا کرے؟

ج: واضح ہو کہ زنا ایک کبیرہ گناہ ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے برا چلن قرار دیا ہے، لہٰذا سائل کو چاہیے کہ مذکورہ فعل پر صدقِ دل سے توبہ کرے اور آئندہ اس طرح کے مواقع سے سختی سے اجتناب کرے اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ زنا کرلے تو اس مرد کے لیے مزنیہ کی لڑکی سے نکاح کرنا جائز نہیں رہتا، اگر شادی کرلی تو بھی شرعاً یہ نکاح منعقد نہیں ہوا، فوری طور پر علیحدگی اختیار کرنا ضروری ہوگا، ورنہ سخت گناہ ہوگا۔ عدت گزار کر لڑکی دوسری جگہ نکاح کرنے میں آزاد ہے۔ الفتاوی الہندیۃ (1/274) میں ہے:

"من زنى بامرأة حرمت عليه أمها وإن علت وابنتها وإن سفلت" فقط واللہ اعلم

س: "عنایہ"۔ "انایہ" ان دونوں ناموں کا کیا مطلب ہے، کیا یہ نام رکھ سکتے ہیں؟

ج: "عنایہ" عربی زبان کا لفظ ہے، اور عربی لغت میں سے یہ لفظ ''ع'' کے ساتھ "عنایہ" ہی ملتا ہے، ''الف'' کے ساتھ 'انایہ' لغت میں مذکور نہیں "عنایہ" کے متعدد معانی لئے جاسکتے ہیں، جیسے: لطف و کرم، مہربانی، توجہ، التفات، تحفہ اور عطیہ۔ اس لیے مذکورہ دونوں ناموں میں سے "عنایہ" نام رکھنا ہی بہتر ہے، بصورتِ دیگر ازواجِ مطہرات وصحابیات رضی اللہ عنہن کے ناموں میں سے کوئی نام رکھنا زیادہ بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم

س: اگر فرض نماز میں پہلی رکعت میں سورت پڑھنا بھول جائیں تو کیا سجدہ سہو کر لینے سے نمازِ ہوجائے گی؟

ج: فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا واجب ہے اور اگر بھولے سے نماز میں کوئی واجب چھوٹ جائے، تو اس کی تلافی سجدہ سہو سے ہوجاتی ہے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر کوئی فرض کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورت پڑھنا بھول جائے اور آخر میں سجدہ سہو کرلے، تو اس کی نماز ہوجائے گی۔ اللباب فی شرح الکتاب میں ہے:

"والسهو يلزم إذا زاد في صلاته فعلاً من جنسها ليس منها، أو ترك فعلاً مسنوناً أو ترك قراءة فاتحة الكتاب، أو القنوت، أو التشهد، أو تكبيرات العيدين، أو جهر الإمام فيما يخافت أو خافت فيما يجهر

(کتاب الصلاۃ، جلد: 1، ص: 47، ط: دار الکتاب العربی)

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کتاب نما

نام کتاب : مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی شخصیت، افکار اور مکاتیب

مصنف : جناب مولانا عتیق احمد بستوی

صفحات : 230 قیمت : مذکور نہیں

ملنے کا پتہ : مکتبہ ندویہ، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ایک عہد آفریں، اور تاریخ ساز شخصیت تھی، ان کی وفات پر دو دہائیاں گذر چکی ہیں لیکن ان کے بارے میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ اب تک جاری ہے، اور اس موضوع پر روز بروز مضامین نو کا انبار لگتا جا رہا ہے، دار العلوم ندوۃ العلماء کے استاد گرامی جناب مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی کی تازہ کتاب اس سلسلہ میں ایک گراں قدر اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے، مولانا کو ایک طویل مدت تک حضرت مفکر اسلام کو پرکھنے اور برتنے کی توفیق ملی ہے، وہ ان کے یہاں کے مستقل حاضر باشوں میں شامل تھے، اس لئے ان کی تحریر شنیدہ کے بجائے دیدہ کی حیثیت رکھتی ہے، مصنف نے اس کتاب میں حضرت مفکر اسلام کے ساتھ اپنے روابط کی عزیز و لذیذ یادیں محفوظ کی ہیں، اور ان کے ساتھ اپنے گونا گوں تعلقات اور تجربات کو کتاب کی شکل میں منتقل کر دیا ہے، اس کے علاوہ حضرت مفکر اسلام کے ساتھ ان کی مکاتبت کی پوری تفصیل بھی اس کتاب کی زینت ہے۔ ان مکتوبات کے ذریعہ سے بہت سے اہم حقائق کی پردہ کشائی ہوتی ہے، اور بالکل فطری انداز میں دونوں شخصیات کے باہمی تعلقات کا اندازہ ہوتا ہے۔

کتاب پر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کا مقدمہ اور مولانا سید بلال عبدالحی حسنی صاحب کی تقریظ بھی شامل ہے، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے لکھا ہے: ’’بہت سے اہل علم اور اصحاب نظر کو حضرت مولانا سے قریب ہونے اور ان کے دستر خوان سے استفادہ کرنے کا موقع ملا ہے، اور اپنے اپنے ذوق وصلاحیت کے مطابق لوگوں نے ان سے استفادہ بھی کیا ہے محبّ گرامی حضرت مولانا عتیق احمد بستوی زید مجدہ ایسی ہی شخصیتوں میں ایک ہیں، وہ حضرت مولانا علی میاں صاحب کے بہت ہی معتمد تھے، جس کا اندازہ ان کے نام حضرت مولانا کے شفقت و محبت بھرے خطوط سے ہوتا ہے، مولانا نے اس کتاب میں جو معلومات جمع کی ہیں، وہ حضرت مولانا علی میاں کے اخلاقی محاسن اور معاصر دینی تحریکوں، جماعتوں اور شخصیتوں کے بارے میں مولانا کے نقطہ نظر کو بہت بہتر طور پر واضح کرتی ہیں، نیز مصنف کے نام مولانا کے خطوط بھی بہت اہم ہیں، جس سے صاحب تذکرہ کی بہت سی فکری جہتیں سامنے آتی ہیں۔ یہ کتاب بیک وقت جگ بیتی بھی ہے اور آپ بیتی بھی، اس بات نے اس کتاب کو دلچسپ اور دل آویز بنا دیا ہے، اور کیوں نہ ہو کہ حضرت مولانا عتیق احمد بستوی مایہ ناز عالم دین، کہنہ مشق استاذ، علوم اسلامی کے مقبول مصنف، منصف مزاج ناقد اور حقیقت پسند تذکرہ نگار ہیں، ان شاء اللہ یہ مختصر مفید تحریر فکر و نظر کے نئے گوشوں کو کھولے گی، اور علماء و اہل دانش دونوں کے لئے خضر راہ ثابت ہوگی۔

کتابت اور طباعت بہت معیاری اور عمدہ ہے، ہر خاص و عام سے، خصوصاً حضرت مفکر اسلام کی شخصیت سے دل چسپی رکھنے والوں سے اس کا مطالعہ کرنے کی درخواست ہے۔

تعارف : وصی سلیمان ندوی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

آخری صفحہ

ایمان کا مقام احسان اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے

شیخ نے ان کو بیعت فرمایا اور صرف سترہ روز میں تربیت فرما کر اجازت اور خلافت سے سرفراز فرمادیا، اس کے لئے ایک دعوت کی، اور سارے مریدین اور مسترشدین کو اس میں شریک کیا اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی اجازت اور خلافت کا اعلان فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ بیٹا اب ملتان میں جاکر خلق خدا کو فیض پہنچاؤ۔

بہت سے پرانے مریدین کے دلوں میں شیطان نے وسوسہ ڈالا، ان میں سے بعض مریدین کے دلوں میں حسد بھی پیدا ہوا یہاں تک کہ بعض کا حال تو یہ ہوا کہ ان کو اپنے شیخ، شیخ شہاب الدین سہروردی سے بدگمانی سی ہوگئی کہ اپنا عزیز اور قرابت دار ہونے کی وجہ سے ان کو صرف سترہ روز میں اجازت سے سرفراز فرمادیا اور ہم لوگ کتنے سالوں سے خانقاہ کی چٹائیاں گھس رہے ہیں، ہماری طرف شاید شیخ کی توجہ نہیں ہے، شیخ کو فراست باطنی سے کسی طرح مریدین کی بدگمانی کا علم ہوگیا، ایک گھڑ سوار کو حکم دیا کہ گھوڑے کو دوڑا کر شیخ بہاء الدین زکریا کو راستہ سے واپس آنے کو کہے، گھڑسوار گھوڑا دوڑا کر شیخ کے پاس پہنچ گیا، اور ان کو حکم سنایا، شیخ بہاء الدین ڈرے کہ اللہ خیر کرے، کوئی بے ادبی یا گستاخی تو نہیں ہوگئی ہے۔ شیخ کی خدمت میں پہنچے، شیخ شہاب الدین سہروردی نے خانقاہ میں قیام کرنے کا حکم فرمایا، اور اپنے ایک دوسرے خادم کو حکم کیا کہ سو مرغے کے چوزے، اور سو چھریاں لے کر آئے، ذرا دیر میں خادم مرغی کے چوزے اور چھریاں خرید کر لے آیا، شیخ نے ایک ایک چوزہ، اور ایک ایک چھری ہر مرید کو دینے کو کہا اور حکم دیا کہ ہر شخص خانقاہ سے باہر جاکر اپنے چوزہ کو کسی ایسی جگہ ذبح کر کے لائے جہاں کوئی دیکھتا نہ ہو، ہر مرید چھری اور چوزہ لے کر گیا، کوئی دیوار کے پیچھے، کوئی درخت کے پیچھے، کوئی بند کمرہ میں، کوئی کسی اندھیرے حجرہ میں جاکر چوزہ ذبح کرلایا، شیخ نے پوچھا بہاء الدین زکریا نہیں آئے، مریدین نے کہا وہ تو نہیں آئے، دیکھئے شیخ کا ذرا سا حکم بھی ان سے نہیں مانا گیا، شیخ یہ سن کر مسکرائے، بہت دیر میں رات کو شیخ بہاء الدین زکریا بہت نادم اور شرمندہ روتے ہوئے حاضر ہوئے، ان کے ہاتھ میں زندہ چوزہ اور چھری تھی، شیخ نے سب مریدین کے سامنے پوچھا بیٹا بہاء الدین تو چوزہ ذبح کر کے کیوں نہیں لایا؟ کیا تمہیں ذبح کرنا نہیں آتا، شیخ بہاء الدین نے بڑی شرمندگی کے ساتھ عرض کیا، حضرت والا، ذبح کرنا تو ٹوٹا پھوٹا آتا ہے، مگر آپ نے یہ شرط لگائی تھی کہ ایسی جگہ ذبح کرنا جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو، یہ شرط مجھے کہیں نہیں ملی، شیخ نے زور دے کر کہا، کیا کہیں ایسی خلوت نہیں ملی بیٹا جہاں کوئی دیکھتا نہ ہو، سعادت مند مرید نے عرض کیا کہ حضرت میں جہاں بھی گیا، خلوت اور تنہائی کی کوئی جگہ ایسی نہیں ملی جہاں کوئی دیکھتا نہ ہو، میں جہاں گیا اور چاہا کہ چوزہ کو ذبح کروں، میں نے دیکھا میرے پیارے اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں، شیخ بہاء الدین زکریا کے معصوم سے اس جواب کو سن کو سارے ناسمجھ مریدوں کی آنکھ کھل گئی کہ سارے مجاہدوں اور اشغال اور ذکر و اذکار سے مقصود ایمان کا یہ مقام احسان حاصل کرنا ہے: ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک (تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، کیونکہ اگر چہ تم اس کو نہیں دیکھتے ہو، مگر وہ تمہیں دیکھتا ہے) اور ہم سب میں سے یہ مقام احسان شیخ بہاء الدین زکریا کو حاصل ہے۔ ایمان کی یہ احسانی کیفیت کہ میں جہاں بھی ہوں اللہ کی نگاہ میں ہوں، وہ نسخہ کیمیا ہے جو انسان کو خلوت وجلوت میں گناہوں سے باز رکھنے اور طاعت و عبادت کی لذت اور مزہ کو دوبالا کرنے والا ہے، مگر افسوس کہ غفلت کے پردے در پردے ہمیں اس احساس سے محروم رکھتے ہیں کہ ہر پل احکم الحاکمین رب، یوم جزا کے مالک، حساب لینے والے رب ہمیں دیکھ رہے ہیں، کاش ایمان کا یہ مقام احسان اللہ تعالی ہمیں عطا فرمادے، تو ہماری زندگی کی ساری چولیں صحیح ہوجائیں۔

مولانا محمّد کلیم صدیقی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371